Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

جلد 10 / شمارہ 05 / نومبر / 2020

ماہنامہ فہمِ دین

عظیم تحفہ

شہید کی جو موت ہے
وہ قوم کی حیات ہے

پیارے نبی ﷺ کی غذا

حضرت آمنہ علیہا السلام

طلیعہ

BAITUSSALAM
PUBLICATIONS
WWW.BAITUSSALAM.ORG/BS/PUBLICATIONS

Baitussalam.org · Baitussalam_org · Baitussalam_org · +9221-111-298-111

BAITUSSALAM

ilmofy
PAKISTAN

کاش! اللہ تعالیٰ ہم سے امتِ مسلمہ
کے لیے کوئی عالمی کام لے لے۔ کاش!

آیئے! بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کا ممبر بنیے اور ممبر تیار کیجیے اور قوموں کی تقدیر بدلنے والی تعلیمی قومی اور عالمی خدمت میں اپنا حصہ ڈال کر دنیا اور آخرت میں سرخ رو ہو جایئے۔

تفصیلات کے لیے وزٹ کیجیے

http://ilmofy.baitussalam.org

UAN No. 111-298-111 | Email: ilmofy@baitussalam.org | Mob: +92-332-3332401

ماہ نامہ

فہمِ دین

کراچی

نومبر 2020

فہم و فکر

شہید کی جو موت ہے۔۔۔ | مدیر کے قلم سے | 04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن | شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم | 05
فہم حدیث | مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ | 06
آئینۂ زندگی | حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ | 08

مضامین

بیت اللہ | جنید حسن | 10
طلیعہ | پروفیسر محمد اسلم بیگ | 12
حضرت آمنہ علیہا السلام | ندا اختر | 14
دمہ | حکیم شمیم احمد | 17
مسائل پوچھیں اور سیکھیں | مفتی محمد توحید | 19
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر | ام نسیبہ | 21

خواتینِ اسلام

فتح مبین | بنت عامر | 24
میرے نبی سے میراث | اہلیہ محمد فیصل | 25
پیارے نبی کی غذا | ام محمد سلمان | 26
بدبو | قرۃ العین خرم ہاشمی | 29
گل بینہ | ارباب گل | 31
درود شریف کی برکات | کائنات غزل | 33

باغیچہ اطفال

پوسی کا امتحان | جاوید بسام | 34
وارث کا طوطا | سلمان یوسف | 35
اچھا کام | احمد رضا انصاری | 36
گلہری کی چرچر چر | ڈاکٹر الماس روحی | 37
پینگوین | فوزیہ خلیل | 38
نماز کی پابندی | نعمانہ اکرام | 39
بچوں کے فن پارے | 40
انعامات ہی انعامات | 41

بزم ادب

میرے دل میں عشق نبی بسا | احمد ظہور | 42
مدح رسول مکرم | محمد نواز | 43
گلدستہ | محمد اطہر فتح پوری | 44

اخبار السلام

میں ایک غازی ہوں | خالد معین | 46

زیر سرپرستی

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبدالرحمٰن
ناظم	خالد عبدالرشید
نظرثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید فرید

آراء و تجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجراء کے لیے
C-26 گراؤنڈ فلور، سن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زر تعاون

فی شمارہ :	40 روپے
سالانہ فیس :	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک :	35 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہم دین

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

مدیر کے قلم سے

گیدڑ کی سوسالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔" یہ ٹیپو سلطان کا صرف ایک جملہ نہیں، بلکہ اقوامِ عالم کے لیے ایک بہت بڑا پیغام ہے۔ یہی پیغام قرآن نے ان الفاظ میں دیا کہ "جو مقصد کی راہ میں مارا گیا، وہ مردہ نہیں، زندہ ہے۔"
زندگی صرف جسم کی نہیں ہوتی، بلکہ نظریے اور سوچ کی زندگی ہوتی ہے۔ اگر جسم زندہ رہے، مگر نظریہ اور سوچ مر جائے تو یہ زندہ نہیں، مردہ قوم ہے۔ اور جو قومیں نظریہ اور سوچ کو زندہ رکھنے کے لیے افراد کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتیں تو ایسی قومیں پھر صرف چودہ سو سال نہیں، قیامت تک زندہ رہتی ہیں۔

شہید کی جو موت ہے، وہ قوم کی حیات ہے
لہو جو ہے شہید کا وہ قوم کی زکوٰۃ ہے

اسلام کے پیغمبر محمد عربی ﷺ نے اپنی تعلیمات میں صرف دو لائنوں کا یہ پیغام نہیں دیا، بلکہ جذبہ انڈیل دیا کہ "میرا دِل چاہتا ہے کہ مجھے اللہ کے راستے میں شہید کر دیا جائے، میں پھر زندہ کیا جاوں، پھر شہید کر دیا جاوں، میں پھر زندہ کیا جاوں اور پھر شہید کر دیا جاوں۔" یہ اسلامی سوچ اور اسلامی نظریے کو بچانے کے لیے، اگلی نسلوں تک پہنچانے کے لیے اپنی جان کی پرواتک نہ کرنے کا نام ہے۔ یہ جذبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اَنگ اَنگ میں رچ بس گیا تھا۔ یارِ غار صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اپنی آخری زندگی میں اس خواہش کا برملا اظہار فرماتے تھے کہ "دین میں رَتی بھر بھی کمی آئے اور میں زندہ رہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت سے پہلے بھی کفر کو للکارا اور خلافت کے بعد بھی ساری عمر کفر کو کہیں جمنے نہیں دیا اور دُشمن کے ہاتھوں فجر کی نماز میں جامِ شہادت پیا۔ تب سے آج تک تمام صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کا ہمیشہ یہی نظریہ رہا کہ ہر طرح کی قربانی دے دی جائے لیکن اسلام پر آنچ نہ آنے دی جائے۔

جب ضمیر مردہ ہو جاتے ہیں یا اسلامی نظریہ وسوچ کے مقابلے میں جان و مال زیادہ عزیز ہو جاتی ہے، تو پھر بزدلی جنم لیتی ہے، پھر ذہن ماؤف ہو جاتا ہے، پھر سوال پیدا ہونے لگتے ہیں کہ جوانی میں مرجانا کاہے کی کامیابی ہے؟" مگر رب کہتا ہے کہ "تمہیں سمجھ نہیں آتی تو الگ بات ہے، مگر ہیں یہ زندہ، بلکہ ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ اور اگر ضمیر زندہ ہو، اسلامی نظریہ دُنیا کی سب سے بڑی متاع ہو، پھر بہادری جنم لیتی ہے، پھر جان ومال بے وقعت و بے معنی ہو جاتے ہیں، پھر زندگی کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ:

میری زندگی کا مقصد، تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں، میں اسی لیے نمازی

اسلام کی تاریخ میں یا غازی ہیں یا شہید۔ اسلامی کیلنڈر کی ابتدا بھی شہادت سے اور انتہا بھی شہادت پر۔ رمضان المبارک میں بدر کے غازی ہیں تو شوال میں

اُحد کے شہید ہیں۔ مسلمان قوم زندہ قوم ہے، اس کی مٹی کی زرخیزی شہیدوں کے خون سے ہے۔ اس میں شخصیات اپنی جان قربان کر دیتی ہیں، مگر نظریہ اور سوچ کو مرنے نہیں دیتی۔
قارئینِ گرامی! دُشمن بزدل آج تک اس حقیقت کو ہی سمجھ نہیں سکا۔ وہ سمجھتا ہے کہ شاید مولانا عادل خان رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کرنے سے شاید نظریہ اور سوچ بھی فنا ہو جائے گا۔ اسے یہ علم ہی نہیں کہ

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اُتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

ناموسِ رسالت، تحفظِ ختم نبوت، ناموسِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے افکار تو مسلمانوں کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہیں۔ اس کے تحفظ کے لیے تو "ہر گھر سے عادل نکلے گا، تم کتنے عادل ماروگے" قارئینِ گرامی! وہ فنا نہیں ہوئے۔ اُن کی شہادت سے دشمنوں کے حوصلے پست ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو وہ جاتے جاتے یہ پیغام دے گئے کہ جاں تو جا سکتی ہے، مگر نظریہ اور سوچ کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

النساء 43-37

فہمِ قرآن

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا

ترجمہ: ایسے لوگ جو خود بھی کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی تلقین کرتے ہیں اور اللہ نے ان کو اپنے فضل سے جو کچھ دے رکھا ہے اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے ایسے ناشکروں کے لیے ذلیل کردینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَالَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ وَمَن يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، نہ روزِ آخرت پر اور شیطان جس کا ساتھی بن جائے تو وہ بدترین ساتھی ہوتا ہے۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا

ترجمہ: بھلا ان کا کیا بگڑ جاتا، اگر یہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لے آتے اور اللہ نے ان کو جو رزق عطا فرمایا ہے، اس میں سے کچھ (نیک کاموں میں) خرچ کر دیتے اور اللہ کو ان کا حال خوب معلوم ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا

ترجمہ: اللہ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے کئی گنا کر دیتا ہے اور خود اپنے پاس سے عظیم ثواب دیتا ہے۔ 40

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا 41

ترجمہ: پھر (یہ لوگ سوچ رکھیں کہ) اس وقت (ان کا) کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے اور (اے پیغمبر!) ہم تم کو ان لوگوں کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کریں گے؟

تشریح نمبر 1: تمام انبیائے اکرام قیامت کے روز اپنی اپنی امتوں کے اچھے برے اعمال پر گواہی دیں گے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے لوگوں پر گواہ بنا کر پیش کیا جائے گا۔

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اپنا رکھا ہے اور رسول کے ساتھ نافرمانی کا رویہ اختیار کیا ہے، اس دن وہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش! انھیں زمین (میں دھنسا کر اس) کے برابر کر دیا جائے اور وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا ۚ وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو اس وقت تک نماز کے قریب بھی نہ جانا جب تک تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ سمجھنے نہ لگو اور جنابت کی حالت میں بھی جب تک غسل نہ کر لو (نماز جائز نہیں) الّا یہ کہ تم مسافر ہو (اور پانی نہ ملے تو تیمّم کرکے نماز پڑھ سکتے ہو) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو، جب پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کا (اس مٹی سے) مسح کرلو۔ بے شک اللہ بڑا معاف کرنے والا بڑا بخشنے والا ہے۔ 43

تشریح نمبر 2: یہ اس وقت کی بات ہے، جب شراب کی حرمت کا حکم نہیں آیا تھا، لیکن اسی آیت کے ذریعے یہ اشارہ دے دیا گیا تھا کہ وہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے، کیوں کہ اس کو پینے کی حالت میں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے، لہٰذا کسی وقت اس کو بالکل حرام بھی کیا جاسکتا ہے۔

فہم حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

اِنَّ اَثْقَلَ شَیْءٍ یُوْضَعُ فِیْ مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ

ترجمہ: قیامت کے دن مؤمن کے میزانِ اعمال میں جو سب سے زیادہ وزنی چیز رکھی جائے گی، وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے۔ (سنن ابو داؤد)

تشریح: آپ ﷺ نے عمر شریف کے آخری دور میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو داعی و معلم اور حاکم بنا کر یمن بھیجا تو آخری نصیحت یہ فرمائی: اَحْسِنْ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ دیکھو سب لوگوں سے اچھے اخلاق کا برتاؤ کرنا۔"

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِیْنَةِ بِاٰنِیَتِهِمْ فِیْهَا الْمَاءُ فَمَا یَاْتُوْنَ بِاِنَاءٍ اِلَّا غَمَسَ یَدَهٗ فِیْهَا فَرُبَّمَا جَاءُوْهُ بِالْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ فَغَمَسَ یَدَهٗ فِیْهَا

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تو مدینے کے گھروں کے خدمت گار (غلام یا باندیاں) اپنے اپنے برتن لے کر آجاتے جن میں پانی ہوتا (تاکہ آپ برکت کے لیے یا بیماری سے شفا جیسے مقاصد کے لیے اس پانی میں اپنا دستِ مبارک ڈال دیں) تو آپ ہر برتن میں اپنا دستِ مبارک ڈال دیتے تو بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ (سخت سردی کے موسم میں) ٹھنڈی صبح کے وقت (برتن میں بہت ٹھنڈا پانی لے کر آپ کے) پاس آجاتے تو آپ ﷺ اس میں بھی اپنا دستِ مبارک ڈال دیتے۔ (صحیح مسلم)

تشریح: مدینہ منورہ میں سردی کے خاص موسم میں سخت سردی ہوتی ہے اور برتنوں میں رکھا پانی برف جیسا ٹھنڈا ہو جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آں حضرت ﷺ پانی لانے والے کی دلداری کے لیے اور اس عمل کو بندگانِ خدا کی خدمت تصور فرماتے ہوئے اس برف جیسے ٹھنڈے پانی میں بھی دستِ مبارک ڈال دینے کی تکلیف برداشت کرتے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ یَكُنْ یَسْرُدُ الْحَدِیْثَ كَسَرْدِكُمْ كَانَ یُحَدِّثُ حَدِیْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تم لوگوں کی طرح روانی اور تیزی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے، بلکہ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر بات فرماتے تھے کہ اگر (آپ ﷺ الفاظ اور کلمات کو) کوئی شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: ظاہر ہے کہ تفہیم و تعلیم کے لیے یہی بہتر ہے کہ بات ٹھہر ٹھہر کے اس طرح کی جائے کہ سامعین پوری طرح سمجھ سکیں اور ذہن نشین کر لیں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَیْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے اس کے جواب میں لا فرمایا ہو۔ (صحیح بخاری و مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ سے جب کسی چیز کا سوال کیا جاتا کہ یہ عنایت فرما دی جائے تو آپ ﷺ کبھی "لا" نہیں فرماتے تھے، جس سے سوال کرنے والے کی دل شکنی ہوتی، اگر وہ چیز موجود ہوتی تو عطا فرما دیتے، ورنہ عذر فرما دیتے اور دعا فرما دیتے، الغرض سوال کرنے والے کو آپ ﷺ کبھی "لا" کہہ کر انکار یا نفی میں جواب نہیں دیتے تھے۔

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
ہر کھانے کا اصل مزہ
شنگریلا سیزننگز سے بڑھا
SOY SAUCE
CHILLI SAUCE
WORCESTERSHIRE SAUCE
SYNTHETIC VINEGAR
کھانوں کو دیں نیا انداز شنگریلا سیزننگز کے ساتھ۔ دیسی کھانے ہوں یا چائنیز اور کانٹینینٹل،
خالص اجزاء سے تیار کردہ شنگریلا سیزننگز دے آپ کے کھانوں کو اصل مزہ۔
www.shangrila.com.pk
ShangrilaPakistan
ShangrilaPakistan

عظیم تحفہ

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

دستورِ زندگی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے، آپ کے طفیل، امت کو ایک عظیم الشان تحفہ ملا، وہ تحفہ کلامِ الٰہی یعنی قرآن مجید ہے۔ قرآنِ کریم جہاں اللہ کے نبی ﷺ کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے، وہاں یہ اس امت کے لیے عظیم تحفہ بھی ہے اور قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے زندگی گزارنے کا دستور اور آئین ہے۔ اس امت میں بے شمار ایسے لوگ گزرے ہیں، جنھوں نے اس تحفے کی بڑی قدر کی، ان کی انفرادی زندگی ہو یا قومی اور اجتماعی، قرآن ان کا دستور رہا، یہی وہ لوگ تھے، جنھوں نے قرآن مجید کی عظمت کو پہچانا، اس کا حق ادا کیا۔

مسلمان گھرانوں کی پہچان: کیا ہی خوب صورت دور تھا، جب تصور ہی نہیں تھا کہ مسلمان گھرانا ہو اور وہاں تلاوت قرآن نہ ہو، اس کی زندگی میں قرآن کا وظیفہ نہ ہو، مسلمان گھرانے کی پہچان ہی یہ ہوتی تھی کہ اس گھر سے تلاوت قرآن کی آواز آتی ہے، اس کے مرد سویرے سویرے اللہ کے گھر جاتے ہیں، یہ پہچان ہوتی تھی کہ یہ مسلمانوں کا گھر ہے اور جن گھروں سے موسیقی کی آوازیں گانے بجانے کی آوازیں آتی تھیں، پتا چل جاتا تھا کہ یہ مسلمانوں کا گھر نہیں ہے۔ یہ ایک بڑی علامت ہوتی تھی کہ مسلمان مرد ہو یا عورت، اس کے دن کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوا کرتا تھا۔ ایسے قدر دان بھی تھے کہ قرآن کریم کی سات منزلوں میں سے روزانہ ایک منزل پڑھا کرتے تھے، ہفتے میں قرآن ختم ہوجایا کرتا تھا۔ مسلمان محلّوں کی گلیوں سے گزرنے والوں کو گھروں سے قرآن کی تلاوت کی آواز آیا کرتی تھی، گھر بیٹھی ماں، بہن، بیٹیاں تلاوت کر رہی ہوتی تھیں، ان کی دھیمی آوازیں مل کر ایسا سماں باندھ دیتیں جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کچے گھروں میں رہنے والے ہوں یا پکے گھروں میں، مزدور اور ملازم ہوں یا مالک اور حاکم۔ اس قرآن کی بدولت برکتوں سے بھرے ہوئے تھے۔

ایک صحابی کی شب بیتی: حضرت اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک دن میں تہجد کے وقت تلاوتِ قرآن کر رہا تھا، اکیلا تھا، تنہائی تھی اور خاص انوارات کی گھڑیاں تھیں، مجھے مزہ آنے لگا، میری آواز بلند ہو گئی، قریب ہی میری سواری بندھی ہوئی تھی، وہ بدکنے لگی، میرا بچہ بھی لیٹا ہوا تھا، مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بچے کو نقصان پہنچے، میں نے آواز آہستہ کرلی، سواری پر سکون ہو گئی۔ پھر مزہ آیا، پھر میری آواز بے اختیار بلند ہو گئی، پھر سواری بدکنے لگی، پھر میں آہستہ ہوا، پھر وہی کیفیت تھی، آواز بلند ہوئی، سواری بدکنے لگی، پھر میں نے آہستہ آواز کی اور دو رکعتیں مکمل کیں۔ سلام پھیرا، آسمان کی طرف دیکھا، ایک چھتری نما چیز آہستہ آہستہ اوپر جاتی نظر آئی۔ اس میں سفید قمقمے تھے، فجر کا وقت ہوا میں مسجد نبوی حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت سے فارغ ہوئے، میں آپ ﷺ کے قریب ہو لیا اور اپنی شب بیتی سنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسید کیا ہی اچھا ہوتا صبح تک یوں ہی قرآن کی تلاوت کرتا رہتا، مدینہ والے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیتے، تیرے گھر میں رحمت کے فرشتے تیرا قرآن سننے آئے تھے۔“

شیاطین کے ڈیرے: جب گھر کی دہلیز میں اللہ کی نافرمانیاں ہوں گی تو پھر شیاطین کے ڈیرے بھی ہوں گے، پھر اس کی نحوستیں بھی ہوں گی۔ پھر شیاطین کے اثرات بھی ہوں گے۔ دوڑتے ہیں عاملوں کے چکر میں اِدھر بھاگتے ہیں اُدھر بھاگتے ہیں۔ ارے میاں! میرے گھر کا کیا حال ہے۔ ہنستے بستے گھر کیوں اجڑ رہے ہیں۔ شاید ہی کسی گھر میں محبت کا نقشہ رہ گیا، ہو جن گھروں میں چھت تلے رہنے والے اللہ کی نافرمانیاں کریں، وہاں سکون اور محبتیں ہوں، ہو نہیں سکتا۔ اللہ کا کلام ہے، اللہ کہہ رہا ہے فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ اس دنیا میں نافرمانی کی ایک سزا یوں دیتے ہیں۔ بیٹا باپ کا نہیں رہتا، بیوی شوہر کی نہیں رہتی، شوہر کی آنکھوں میں اپنی بیوی کے لیے وفا نہیں رہتی۔ بہن اور بھائی کا محبت والا رشتہ وہاں نفرتوں کے کانٹے اگنے لگتے ہیں۔ یہ عداوت کا لفظ تو ہمارے ہاں بھی استعمال ہوتا ہے، یہ سزا ملتی ہے، اس دنیا میں محبتیں نفرتوں سے بدل جاتی ہیں۔ تو جہاں گندگی ہے وہاں بیماریاں ہیں، جراثیم ہیں، جہاں اللہ کی نافرمانیاں ہیں وہاں شیاطین ہیں، اثرات تو ہوتے ہیں ناں! ہنستے بستے گھروں کا اجڑنا تو ہے!!

غیبی رزق: ایک صحابی قضائے حاجت کے لیے گئے، اللہ کی شان چوہے کو دیکھا وہ ایک بل سے اشرفیاں نکال رہا ہے، سترہ اشرفیاں نکالیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کی کیا ہی خوب صورت زندگی تھی، اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ جیسا مربّی دیا تھا، ہر وقت فکر مند رہتے تھے کہ یہ ان کے لیے حلال بھی ہے یا نہیں؟ کہیں میرے منہ میرے پیٹ میں یا میرے بچوں کی زندگی میں حرام نہ چلا جائے، اس لیے پوچھ لیتے تھے کہ یارسول اللہ ﷺ کیا یہ حلال ہے؟ ان صحابی نے بھی پوچھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے حلال ہے، یہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔ سبحان اللہ! ان کی زندگیاں اتنی مبارک تھیں، اللہ انھیں بلوں سے رزق دے رہا تھا اور ہماری زندگیاں دین داری سے اتنی دور ہو گئیں کہ قرآن سے ایسی دور ہوئیں کہ آج جتنا کچھ آتا ہے وہ سب بلوں میں چلا جاتا ہے۔ یہ بل اور یہ بل اور یہ بل، زندگی ان بلوں میں الجھ گئی ہے۔ وہاں قرآن کی بدولت زندگیوں میں ایسی برکت کہ اللہ رزق یوں دے رہا اور آج کیا ہے میرے عزیزو! آتا تو بہت ہے، پتا نہیں چلتا جاتا کہاں ہے! یہ ملک ایسا زرخیز کہ کئی برِّاعظموں کو کھلا سکتا تھا، لیکن ہر طرف نحوست ہے۔ نہ ہی آج مسلمان کے گھروں میں اس قرآن کی زندگی ہے اور نہ ہی مسلمانوں کے ایوانوں اور عدالتوں کے اندر قرآن کا نظام ہے تو نحوست ہی ہوگی اور بھلا کیا ہوگا۔

اسلامی طرزِ حکم رانی: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک عامل جو لوگوں سے وسائل اکٹھے کرنے پر مامور تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کہنے لگا: ”جو آپ کی طرزِ حکم رانی ہے ناں، اس سے آمدنی میں بہت فرق پڑ رہا ہے اور حکومتی وسائل اور مال میں بہت کمی آرہی ہے۔“ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس عامل سے ایسا جملہ کہا کہ مختصر الفاظ میں مسلمانوں کی اسلامی حکم رانی کا سارا آئینہ دکھا دیا۔ فرمانے لگے: ”دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے، ٹیکس جمع کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے تھے۔“ یعنی مسلمانوں کی جو طرزِ حکم رانی ہوتی ہے، اس میں اخلاقیات ترجیح ہوتی ہیں آمدنی ترجیح نہیں ہوتی اور بے دین لوگوں کی حکومتیں ہوتی ہیں، وہ ایک طرح منظم تجارتی ادارے ہوتے ہیں، جن کی ساری نظر اس پر ہوتی ہے کہ آمدن کتنی ہے، وسائل کتنے ہیں، پیسا کتنا اکٹھا ہوا ہے اور جو مسلمانوں کی حکم رانیاں تھیں، ان کی ترجیحات یہ ہوتی تھیں کہ مسلمانوں کی اخلاقیات کا کیا حال ہے، اقدار کا کیا حال ہے، ایمان کا کیا حال ہے، اس لیے جو وسائل اکٹھے کرتے تھے وہ صرف ان اخلاقیات اور اقدار کی تکمیل کے لیے اکٹھا کیا کرتے تھے، محض وسائل ان کا مطلوب و مقصود نہیں ہوتے تھے۔ اب چوں کہ اخلاقیات مطلوب و مقصود ہی نہیں تو اس قوم کو سود بھی کھلایا جاتا ہے، رشوت بھی کھلائی جاتی ہے، شراب بھی پلائی جاتی ہے، بے حیائی اور فحاشی کے دلدل میں بھی ڈالا جاتا ہے۔ اخلاقیات ترجیح نہیں رہے، اقدار کو ترجیح نہیں رہی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پوری قوم کا ذہن تجارتی بن گیا ہے، وہ نفع و نقصان کو دیکھتا ہے۔ اخلاقیات، اقدار، رشتے اور محبتیں یہ سب اب ثانوی درجے میں ہیں، اب یہی سوچ بن گئی ہے کہ نفع ہے یا نہیں۔ اس سے مجھے فائدہ ملے گا یا نہیں۔

جب زندگی میں قرآن تھا: جب زندگیوں میں قرآن تھا، برکت ہی برکت ہوا کرتی تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ایسا تھا کہ بکری اور بھیڑیا اکٹھے رہا کرتے تھے اور آج ایسا فتنے کا دور ہے کہ دو بھائی ایک دستر خوان پر اکٹھے بیٹھ جائیں تو بڑی بات معلوم ہوتی ہے۔

ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم نے کیا کھویا ہے، وہی عظیم الشان تحفہ نا، جو اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے انسانیت کو دیا تھا۔ وہی قرآن کھو بیٹھے ہیں۔ اب ہمارے دلوں میں صحت کی عظمت ہے، عمارتوں کی عظمت ہے، گھروں کی عظمت ہے، مال و دولت اور مادی نقشوں کی اہمیت اور عظمت ہے، لیکن قرآن کی عظمت نہیں رہی، ان اداروں کی اہمیت نہیں رہی ہے جہاں قرآن کی خدمت ہو رہی ہو اور امت کے بچوں میں قرآن کا نور پیدا کیا جا رہا ہو۔

قرآنی برکات: آج دین بےزار لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ یہ دینی ادارے، یہ مساجد یہ مدارس معاشرے پر بوجھ ہیں۔ کتنی بدقسمت مخلوق ہے یہ جس کے دلوں میں ایمان اور دین کی عظمت ہی نہیں۔ اس قوم کے گھر قرآن سے خالی ہیں۔ ان کو احساس اور اندازہ ہی نہیں کہ اگر اللہ کا عذاب ٹلا ہوا ہے اور وہ آفات جو پہلی قوموں پر آیا کرتے تھے، اگر آج یہ امت اور ہمارا وطن محفوظ ہے تو ان معصوم بچوں کی برکت سے ہے جو سحری کے وقت اٹھ کر اللہ کا کلام پڑھ رہے ہوتے ہیں، جو سویرے سویرے چٹائیوں پر بیٹھ کر شہروں میں، جنگلوں میں، دیہاتوں میں اللہ کا کلام پڑھ رہے ہوتے ہیں! ورنہ کون سی بدی ہے جو پہلے قوموں میں تھی اور آج نہیں ہے۔ وہ کون سی برائی ہے، جو پہلے قوموں میں تھی اور آج نہیں ہے۔ اگر کچھ رہا سہا ہے تو اُن لوگوں کی برکت ہے، جنھوں نے اس دولت کو آج سنبھالا دیا ہوا ہے۔ قرآن کی عظمت کو آج امت نے بھلا دیا، تلاوتِ قرآن سے زندگیاں خالی ہو گئیں۔ گھر خالی ہو گئے اور قرآن پر عمل تو بہت دور جا چکا ہے۔

حقوق القرآن: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر جو امت کو ایک بڑا تحفہ ملا ہے وہ قرآن کی دولت ہے۔ اس کا پہلا حق ہے دلوں میں اس کی عظمت ہو، اس کا دوسرا حق ہے اس کی تلاوت کی جائے، اس کا تیسرا حق ہے کہ اس پر عمل ہو اور اس کا چوتھا حق یہ سوچ پیدا ہونا ہے کہ اس کی دعوت، اس کے پیغام کو عام کرنے میں میری زندگی کتنی لگ رہی ہے، میرے وسائل کتنے لگ رہے ہیں، میری صلاحیتیں کتنی لگ رہی ہیں، یہ سب قرآن کا حق ہے۔

کیسے قدر کریں؟ نبی ﷺ سے ہم شفاعت کی امید لیے بیٹھے ہیں، حوضِ کوثر پر آپ کے دستِ مبارک سے پانی پینا یہ ہماری زندگی کی سب سے بڑی آرزو ہے، لیکن ہمیں سوچنا چاہیے اگر رسول اللہ ﷺ وہاں کھڑے ہو جائیں اور یوں کہنے لگیں یا اللہ! یہ میری امت کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا تو ہمارا کیا بنے گا۔ اس لیے اس عظیم الشان تحفے کی قدر کرنی چاہیے، اس کی تلاوت کا اہتمام اور اس پر اپنی زندگیوں میں عمل لانا چاہیے، پھر زندگی میں برکتیں ہوں گی، دل اطمینان سے بھرے ہوں گے۔ قرآن کا ایک نام ذکر بھی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ اور اسی کے متعلق قرآن نے بتایا اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ قرآن کی تلاوت سے قرآن پر عمل کرنے سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔ دلوں کو سکون ملتا ہے۔ دلوں کو چین ملتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس امت کے پاس قرآن مجید بڑا ہی مبارک تحفہ ہے۔ اللہ ہمیں اس کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے اور قرآن کریم کے ہم پر جو حقوق ہیں، انھیں ہمارے لیے ادا کرنا آسان فرمائے۔ آمین۔

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

قسط نمبر 20

بیت اللہ

جنید حسن

کعبے کا منظر: غلافِ کعبہ پر اوپر کی جانب چاروں طرف سونے کی دھات سے کندہ عبارات میں سورۂ اخلاص و دیگر قرآنی آیات، اسماء الحسنیٰ جن میں یارحمٰن، یارحیم، یاحی، یاقیوم اور الحمد للہ رب العالمین وغیرہ فنِّ خطاطی کا بہترین نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ہم جس سمت سے مطاف میں داخل ہوتے تھے، رکن شامی اور اس کے ساتھ کعبے کا پرنالا ہمارے سامنے ہوتا تھا۔ صبح طلوع ہوتے، آفتاب کی کرنوں سے زرد ہوتے، مطاف کا سفید فرش، شام کو ڈھلتے سایوں سے سرمئی ہوتی مطاف کی فضا اور رات کو برقی قمقموں کی دودھیا روشنی سے منور ہوتا کعبے کا سایہ، غلاف کعبہ اور اس کے اطراف اپنی اپنی جگہ پرنُور و پُرکیف محسوس ہوتے تھے۔

حطیم میں سجدے: اللہ کی شانِ کریمی کہ حطیم کو کھلا رہنے دیا گیا، جس کی وجہ سے ہر خاص و عام مسلمان خانۂ خدا کے اندر جانے کی خواہش پوری کر سکتا ہے۔ چوں کہ یہ علاقہ بھی کعبے کی ابراہیمی بنیادوں کا حصہ ہے، اسی لیے یہ کعبے کا ایک حصہ شمار ہوتا ہے۔ یقیناً ہمیں بھی کعبے کے اندر جانے کا اشتیاق تھا۔ حطیم میں رش کے دوران میں نے دیکھا تھا کہ لوگ ذرا ذرا سی جگہ پر نماز شروع کر دیتے یا ایک مصلّے کی جگہ پر شروع کرتے تو آگے سجدے کی جگہ کوئی آکر نیت باندھ لیتا، اس طرح آڑھے ٹیڑھے ہو کر سجدہ کرتے۔ میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ میں ٹھیک سے سجدہ کر سکوں۔ ربِّ کعبہ نے لاج رکھی۔ میں نے اک مصلّے کی جگہ پر سیدھا ہو کر اطمینان سے نماز پڑھی اور سجدے میں کوئی رکاوٹ نہ ملی۔

مبارک نقش: پہلی مرتبہ کی بات ہے جب حطیم سے نکلے تو رکن یمانی اور رکنِ شامی کے درمیان غلافِ کعبہ سے چمٹ کر دعائیں مانگیں۔ حطیم کے علاوہ ہم نے ایک دن مقام ابراہیم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں مبارک کا نقش دیکھنے کی کوشش کی۔ شیشے کے پار دو پیروں کے حلقے ایک سونے کی پلیٹ پر نظر آئے۔ اصل نشان جو پتھر پر ہیں وہ نیچے سرک گئے ہیں۔ اللہ اکبر! کیا شان ہے اس مقامِ ابراہیم کی جس کا ذکر کلامِ الٰہی کی زینت بنا اور یہاں نماز ادا کرنے کا خاص حکم دیا گیا۔ یہاں نمازِ واجب ادا کرتے ہوئے میں نے پہلی رکعت میں سورۂ ابراہیم کا چھٹا رکوع تلاوت کیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیت اللہ میں کی گئی دعاؤں پر مشتمل ہے۔ چند حصے یوں ہیں: "اے میرے رب! بنا دے اس شہر کو امن کی جگہ، اے میرے رب! مجھے بنا نماز قائم کرنے والا اور میری اولاد کو بھی، اے ہمارے رب! میری دعا قبول فرمالے، اے ہمارے رب! جس دن حساب قائم ہوگا مجھے اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو بخش دے۔" جو کیف و سرور اس تلاوت سے ملا کہ مقام بھی مقام ابراہیم اور دعا بھی دعائے ابراہیم وہ بیان سے باہر ہے۔

دیارِ حرمین شریفین: دیارِ حرمین میں مختلف قومیت کے لوگوں کا ایک اللہ کے لیے اور ایک رسول کے امتی بن کر جمع ہونا جذبۂ اخوت کو اجاگر کرتا رہا اور الحمدللہ! ہم بھی اخوت کے چمن پر برستی رحمت کی شبنم میں رہے۔ ایک عجیب بات میں نے یہ نوٹ کی کہ حرمین شریفین کی دونوں مساجد کے بیرونی صحن میں مالی حیثیت کے اعتبار سے نچلے طبقے کے لوگ قیام کرتے نظر آتے تھے، بلکہ بہت سے لوگ تو حتیٰ کہ نماز بھی وہیں ادا کر لیتے تھے۔ اللہ جانے یہ لوگ کس طرح پیسے جوڑ کر عمرے کے لیے آتے ہوں گے۔

درس و لائبریری: الحمدللہ! ہمیں طواف میں خوب مزہ آرہا تھا۔ ہم اکثر طواف فجر کی نماز کے بعد کرتے تھے، البتہ الوداعی طواف ہم نے تہجد کے وقت کیا تھا۔ مسجد میں گراؤنڈ فلور اور فرسٹ فلور دونوں جگہ مختلف نمازوں کے بعد درس و تدریس کے حلقے لگتے ہیں۔ اسی میں اردو تدریس کا سلسلہ بھی سالہا سال سے جاری ہے۔ حرم میں اردو میں درس سن کر عجیب طرح کی اپنائیت اور خوشی محسوس ہوتی تھی۔ مشہور عالم اور خطیب مولانا مکی صاحب کا درس بھی مسجدِ حرام میں مغرب کی نماز کے بعد ہوتا تھا۔

پھر ایک دن میں نے سیکنڈ فلور پر مسجد کی لائبریری کا بھی وزٹ کیا۔ فرسٹ فلور پر ہال کے آخر میں چار سیڑھیاں اتر کر ایک کشادہ اور پرسکون احاطہ بنا ہوا تھا، وہاں سے لائبریری کی سیڑھیوں کی طرف بھی ایک دروازہ کھلتا تھا، جبکہ مین انٹرینس باہر گیٹ نمبر 49 کے ساتھ ہی بنی ہوئی تھی۔ لائبریری میں کتابوں کے قد آور ریکس کے ساتھ مشہور و قدیم اسلامی مصنّفین کے ہاتھ سے لکھے ہوئے مخطوطات کی نقول بھی رکھی تھیں، جن میں موطا امام مالک اور امام شافعی کے مخطوطات قابل ذکر ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور کے مصحف عثمانی کی بھی ایک کاپی رکھی ہوئی تھی۔ لائبریری میں کمپیوٹر کی قطاریں بھی تھیں، جن میں کتابیں، مضامین، تاریخی معلومات وغیرہ کو فیڈ کیا گیا تھا اور لوگ ان سے استفادہ کرتے نظر آئے۔

(جاری ہے)

Perfect®
Freshener
رہو خوشبوؤں میں
Perfect روح پرور لمحات
عود الحرم کے ساتھ
Perfect®
Freshener
Room
Freshener
عود الحرم
oudh al haram
LA PERFUME
Dry
300 ml e
Manufactured by:
Perfect Aerosol Industries (Pvt) Ltd.
perfectairfreshener PFreshener www.se.com.pk

طلیعہ

پروفیسر محمد اسلم بیگ

مشرکین مکہ کے روزافزوں ظلم وستم سے تنگ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اللہ کے حکم سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے آئے۔ یہ حضرات جب مدینہ منورہ پہنچ گئے تو مشرکین نے یہاں بھی انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیا اور آئے روز انہیں نقصان پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا حضرت سعدؓ بن معاذ جب عمرے کے لیے مکہ گئے تو وہاں عین خانہ کعبہ کے دروازے پر ابو جہل نے انہیں روک کر مسلمانوں کو پناہ دینے اور ان کی مدد کرنے پر دھمکی دیتے ہوئے کہا: ''ہم تمہیں اطمینان سے خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرنے دیں گے۔ اگر تم امیہ بن خلف کے مہمان نہ ہوتے تو زندہ یہاں سے نہیں جا سکتے تھے۔''۔ حضرت سعدؓ بن معاذ نے جو خود بھی مدینہ کے قبیلہ اوس کے سردار تھے، جواب دیا: ''واللہ! اگر تم نے ہمیں اس بات سے روکا تو ہم تمہیں اس چیز سے روک دیں گے، جو تمہارے لیے اس سے شدید تر ہے یعنی مدینہ کے قریب سے تمہاری راہ گزر۔'' (صحیح بخاری کتاب المغازی)

مشرکینِ مکہ کے لیے یہ کوئی معمولی دھمکی نہیں تھی۔ ایک طرف جہاں انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جاں نثار صحابہ کو مدینہ میں ایک ٹھکانا مل جانے کا قلق تھا، وہاں دوسری طرف اس بات کا بھی خطرہ تھا کہ اگر یہاں مسلمان طاقت پکڑ گئے تو وہ اس شاہراہ کو مشرکین مکہ کے لیے بند کر سکتے ہیں، جو انہیں شام کی طرف تجارتی قافلے بھیجنے کے لیے راستہ مہیا کرتی تھی۔ اس شاہراہ کے ذریعے صرف مکہ والے اڑھائی لاکھ اشرفی سالانہ تجارت کرتے تھے۔ گویا مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی ہی نہیں ملی تھی بلکہ اب معاشی طور پر ان کا ہاتھ اہل مکہ کی شہ رگ پر آچکا تھا۔ یہ ٹھکانا اور یہ مضبوطی کفارِ مکہ کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ اس لیے وہ مسلسل ایسی سازشوں اور حرکتوں میں مصروف رہے، جن سے مسلمانوں کا جینا حرام کیا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ جن مسلمانوں کو اب تک صبر واستقامت اور برداشت کی تلقین کی جاتی رہی تھی۔ مدینہ منورہ میں چھوٹی سی شہری ریاست قائم کرنے کے بعد ظلم سے نجات حاصل کرنے اور ظالموں کو ظلم سے روکنے کے لیے انہیں جنگ کی اجازت مل گئی۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجازت کو کسی مناسب موقع پر استعمال کرنے سے پہلے مدینہ کو داخلی طور پر مستحکم بنانے کے لیے چند اہم اقدامات کیے۔

اولاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر کی۔ اس سے مسلمانوں کو امن کے ساتھ اللہ کی عبادت، اللہ کے رسول کی صحبت کے مواقع ملنا شروع ہوئے۔

ثانیاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ میں بھائی چارہ قائم فرمادیا۔

ثالثاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں رہنے والے تمام لوگوں سے ایک معاہدہ کیا جو میثاقِ مدینہ کے نام سے مشہور ہوا۔ ویسے تو اس کی تمام دفعات اپنی جگہ اہم تھیں لیکن ایک دفعہ کی اہمیت سب سے زیادہ تھی اور وہ یہ کہ جب بھی اہل مدینہ کے درمیان آپس میں کوئی تنازع پیدا ہوگا تو فیصلہ کا اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس طرح آپ کی حاکمیت کو تسلیم کرلیا گیا۔

رابعاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ منورہ کو بھی ''حرم'' قرار دے دیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہاں کے شہری مدینہ یا اس کے گردونواح میں جنگ نہیں کرنا چاہتے۔

اندرونی استحکام کے ان اقدامات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے ہمسایہ قبائل کی جانب توجہ دی۔ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شمال کی جانب تشریف لے گئے، اور تین چار دن کی مسافت پر آباد قبیلہ جہینہ سے معاہدہ کیا۔ یہ صرف دفاعی یا فوجی معاہدہ تھا۔ مذہبی معاملات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ پھر جنوب کی جانب تشریف لے گئے، وہاں بھی اسی قسم کے معاہدے کیے اور آخر میں مشرق کی جانب۔ ان معاہدوں کی تعداد بعض مؤرخین نے پانچ اور بعض نے سات بتائی ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ جنگ کی صورت میں یہ قبائل کفارِ مکہ کا ساتھ دینے کی بجائے غیر جانب دار رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیاسی بصیرت اور عسکری مہارت کا ایک اور ثبوت یہ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے تینوں اطراف خاص طور پر مکہ کی طرف والی شاہراہ کی جانب وقتاً فوقتاً کچھ گشتی دستے بھیجنے شروع کیے۔ انہی دستوں کو طلیعہ کہتے ہیں جو اس مضمون کا موضوع ہے۔ طلیعہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کی جمع طلائع ہے۔ انگریزی میں یہ اصطلاح PATROL کہلاتی ہے۔

ان دستوں کا بنیادی مقصد کفار کی نقل وحرکت سے باخبر رہنا اور آج کی اصطلاح میں علاقے کا سروے کرنا ہوتا تھا۔ طلیعہ صرف مکی مہاجرین پر مشتمل ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصارِ مدینہ میں سے کسی کو اس میں شامل نہیں فرمایا تاکہ یہ قریش کا باہمی معاملہ ہی رہے اور دوسرے علاقوں اور قبیلوں والے اس کشمکش میں الجھنے سے محفوظ رہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے **پہلا طلیعہ** شوال سنہ 1 ہجری میں عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ فرمایا، جس میں ساٹھ مہاجرین تھے۔ اس دستے کا جب قریش کے ایک تجارتی قافلہ سے آمنا سامنا ہوا تو مسلمانوں نے اس قافلے سے کوئی تعرض نہ کیا حالاں کہ اس قافلے پر قابو پا کر آسانی سے اسے لوٹ سکتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا تھا۔ البتہ ایک صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قافلے کو مرعوب کرنے کے لیے ایک تیر چلایا تھا۔ یہ پہلا تیر تھا، جو اسلام کے راستے میں چلایا گیا۔ اس طلیعہ کو سریہ رابغ کا نام دیا گیا۔

دوسرا طلیعہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سربراہی میں جحفہ کی طرف ذی قعدہ سنہ 1

ہجری میں روانہ کیا، جو سریہ ضرار کے نام سے مشہور ہوا۔ اس میں 80 افراد تھے۔

تیسرے طلیعہ کی سربراہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی اور 200 افراد کے ہمراہ ربیع الاوّل سنہ 2 ہجری میں روانہ ہوئے۔ بواط تک جا کر واپس آگئے۔ اسی لیے اسے غزوہ بواط بھی کہا جاتا ہے۔ راستے میں ایک سو افراد پر مشتمل تجارتی قافلہ امیّہ بن خلف کی سرکردگی میں جارہا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بغیر کسی تعرض کے جانے دیا۔ ایک طلیعہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی سرکردگی میں ماہ رجب سنہ 2 ہجری میں بھیجا گیا۔ یہ بارہ افراد پر مشتمل تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو لحیان کے خلاف ایک مہم کی قیادت فرمارہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ایک جماعت کے ساتھ الغمم نامی مقام تک دشمنوں کے ارادوں کا پتا چلانے کے لیے بھیجا تھا۔

ایک طلیعہ 20 سواروں پر مشتمل حضرت عبادؓ بن بشر اوسی کے زیر کمان بھیجا گیا تھا۔

ربیع الاوّل سنہ 2 ہجری میں کفارِ مکہ کے ایک دستے نے کرز بن جابر الفہری کی سرکردگی میں مدینہ کے قریب ایک چراگاہ پر حملہ کیا اور اہلِ مدینہ کے مویشی لوٹ کر لے گیا۔ اور یوں یہ "غارت گر دستہ" کہلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 70 آدمیوں کے ساتھ صفوان تک اس کا تعاقب کیا لیکن وہ ہاتھ نہ آیا۔ یہ غزوہ صفوان یا غزوہ بدر الاولیٰ کے نام سے مشہور ہوا۔ قریش دوسرے قبیلوں کو بھی اس کشمکش میں الجھانا چاہتے تھے جب کہ مسلمان چاہتے تھے کہ انہیں اس معاملہ سے الگ پُرامن طور پر رہنے دیا جائے۔ بہر حال مسلمانوں کے پُرامن روّیے کے مقابلے میں کفارِ مکہ کے جارحانہ طرزِ عمل نے آخر کار باقاعدہ جنگ تک نوبت پہنچا دی جو جنگِ بدر کہلاتی ہے۔

بعض حضرات نے طلیعہ کو جاسوسی کے شعبے کا ایک حصہ قرار دیا ہے لیکن جاسوسوں اور طلائع کے کام اور نوعیت میں فرق تھا۔ مثلاً

- طلیعہ ایک چھوٹی سی جماعت ہوتی تھی جو دو سے لے کر بیس (20) بلکہ بعض مرتبہ اس سے بھی زیادہ افراد پر مشتمل ہوتی تھی جبکہ جاسوس صرف ایک یا دو ہوتے ہیں۔
- طلیعہ کا کام علی الاعلان ہوتا تھا جب کہ جاسوسوں کا کام خفیہ ہوتا ہے۔
- طلیعہ فوج کا ایک حصہ ہوتا تھا جب کہ جاسوس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ فوج کا حصہ ہو۔
- طلیعہ ایک سے زیادہ یعنی وسیع مقاصد کے حصول کے لیے بھیجا جاتا تھا جب کہ جاسوس کا کام عام طور پر صرف دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے تک محدود ہوتا ہے۔

طلیعہ کے فوائد:

طلیعہ یا گشتی دستے روانہ کرنے سے کچھ فوری اور بہت سے دیرپا فوائد حاصل ہوئے:

1. چوں کہ یہ دستے صرف مہاجر صحابہ پر مشتمل ہوتے تھے۔ اس لیے انہیں مدینہ کے اِرد گرد کے علاقوں کے متعلق مکمل معلومات حاصل ہو گئیں۔ مثلاً آسان اور دشوار گزار راستے، بنجر اور سرسبز زمین، پہاڑی اور میدانی علاقے، پانی اور چارے کی دستیابی، حملہ آور کو روکنے کی مناسب جگہ وغیرہ۔
2. دشمن کی نقل و حرکت اور سیاسی معاشی اور جنگی سرگرمیوں سے واقفیت۔
3. یہ اندازہ بھی ہو جاتا تھا کہ جنگ کی صورت میں کون کون سے قبائلی ساتھ دے سکتے ہیں اور کون سے نہیں؟
4. دشمن پر رعب طاری کرنا اور انہیں دھمکانا۔
5. طلیعہ نے ابتدائی جنگی مشقوں کا کام بھی دیا۔
6. جنگ اور امن دونوں صورتوں میں دورانِ سفر خیمہ گاہ اور پڑاؤ ڈالنے کے لیے مناسب جگہ تلاش کرنے میں مدد ملی۔
7. انصارِ مدینہ کاشت کاری، تجارت اور حصولِ معاش کے دوسرے کاموں میں مصروف رہتے تھے جب کہ مہاجرین کو نسبتاً زیادہ فراغت اور فرصت میسر تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دستے تشکیل دے کر مہاجرین کو بھی مصروف اور متحرک رکھا تا کہ آئندہ کسی بھی ہنگامی صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے وہ پہلے ہی سے مستعد ہوں۔
8. طلیعہ بالواسطہ طور پر اسلام کی دعوت و تبلیغ کا ذریعہ بھی بنے۔ صحابہ کرام جب گرد و نواح کی بستیوں اور قبائل میں جاتے تھے تو یہاں کے باشندے ان کی عبادات، اخلاق اور حسن سلوک سے متاثر ہوتے تھے اور یوں ان کے دلوں میں اسلام کے بارے میں ایک نرم گوشہ پیدا ہو جاتا تھا جو آئندہ چل کر وسیع پیمانے پر قبولِ اسلام پر منتج ہوا۔

دفاعی اور حربی اعتبار سے ایسے دستوں کے معلوماتی گشت کی اہمیت سے بعد میں آنے والے فاتحین نے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا۔ مثلاً جرمنی کے مشہور جرنیل ہنڈنبرگ نے روس کی حملہ آور فوجوں کی ٹینبرگ نامی ایک مقام پر گھیر کر یہاں کی دلدلوں میں پھنسا دیا اور انہیں نیست و نابود کر دیا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ اس علاقے میں بار بار آنے کی وجہ سے یہاں کے چپے چپے سے واقف ہو چکا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت اور دفاعی حکمت عملی ہی باکمال نہیں تھی بلکہ داخلی اور شہری اُمور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منصوبہ بندی اور سوچ بھی اپنے وقت سے بہت آگے تھی۔ اگرچہ موضوع سے ان کا براہِ راست تعلق نہیں ہے لیکن دو باتوں کا ذکر بہت ضروری محسوس ہو رہا ہے۔

ایک تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے شہروں کو بہت پھیلنے نہیں دینا۔ علامہ اقبال مرحوم لندن میں گول میز کانفرنس میں شرکت کے بعد واپس ہندوستان آنے سے پہلے کچھ دن کے لیے اٹلی بھی گئے۔ اٹلی کے حکمران مسولینی سے ملاقات کے دوران آپ نے اسے یہ حدیث سنائی تو وہ پھڑک اُٹھا اور اس نے اسے بہت دانش مندانہ مشورہ قرار دیا۔ آج بہت زیادہ پھیلا ہوا شہر کراچی آئے دن نئے نئے مسائل اور آفات کا شکار ہو کر اس اصول کی عملی تعبیر پیش کر رہا ہے۔

دوسری اہم بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ تم شہر کی گلیوں کو اتنا چوڑا رکھو کہ دو لدے ہوئے اونٹ بآسانی آمنے سامنے سے گزر سکیں۔ گویا آج کے حساب سے دو بسیں ٹرک آسانی کے ساتھ آ جا سکیں۔ شہری منصوبہ بندی (Town planning) کے ان سنہری اصولوں کی آج دنیا معترف ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی حسن انتظام اور دوررس نگاہ کا نتیجہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے چھوٹا سا کم آبادی والا شہر یثرب جو کہ شہری ریاست بھی نہیں تھا۔ پہلے شہری ریاست میں تبدیل ہوا اور صرف دس سال کے قلیل عرصے میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت مدینہ ایک وسیع اسلامی مملکت کا دارالسلطنت بن چکا تھا۔ اس کا رقبہ تین ملین یعنی تیس (30) لاکھ مربع کلومیٹر ہو چکا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ معروف امریکی ماہر تعلیم، ماہر راضیات اور محقق آرتھر گرے لیونارڈ (1865-1932) جو Leonard A.G کے نام سے مشہور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اور شخصیت کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا راز بے نفسی، جاں فشانی، سیاسی بصیرت اور دیانت میں مضمر ہے۔ بلاشک و شبہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بصیرت کی وجہ سے اپنے زمانے سے صدیوں آگے تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات رہتی دنیا تک کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔"

حضرت آمنہ علیہا السلام

ندا اختر

محبوب فرزند

حضرت آمنہ بنتِ وہب کا تعلق قبیلہ بنی زہرہ سے تھا۔ وہ قبیلہ بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف کی بھتیجی جو یتیم ہونے کے بعد انہی کے سائے میں پلیں ان کے مرحوم باپ کا نام بھی وہب تھا۔ ان کی بڑی بہن ہالہ بنتِ وہب حضرت عبد المطلب کی آخری بیوی اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی والدہ تھیں۔ اس طرح سے یہ گھرانا اور یہ لوگ ان کے لیے نئے نہیں تھے۔ ان کے قریبی عزیز یثرب میں بھی آباد تھے۔

شیخ عبد المطلب نے ایک بار منّت مانی تھی کہ ربِّ کعبہ مجھے دس بیٹے عطا کرے گا تو میں ایک بیٹے کو اس کی راہ میں قربان کروں گا۔ جس وقت ان کے دسویں آخری فرزند عباس بن عبد المطلب کی ولادت ہوئی تو انھوں نے اپنی منّت پوری کرنے کی ٹھان لی۔ متعدد افراد نے سمجھایا بھی، لیکن انھوں نے قرعہ اندازی کا فیصلہ کیا جس میں ان کے محبوب ترین فرزند ''عبداللہ'' کا نام نکلا۔

عبداللہ خاندان بنو ہاشم کے ایک منفرد جوان تھے، ظاہری اوصاف کے علاوہ ان کی شخصیت اور عمل کی پاکیزگی اور پیشانی میں چمکتا ہوا نور دیکھنے والوں کو چونکا دیتا تھا۔ ایک دو نہیں بلکہ قریش کے تمام ہی گھرانے ان سے رشتہ جوڑنے کے تمنائی تھے۔ اب قرعہ اندازی میں ان کا ہی نام نکلا تو سننے والے دل تھام کر رہ گئے۔

سو اونٹ قربان

جب تین بار یہی نام نکلا تو مکہ کے جلیل القدر شیخ نے عرب کے معمّر کاہن اور مدبّرین کے مشورے پر اونٹوں کے ساتھ ان کا نام کا قرعہ ڈالنا شروع کر دیا اور ہر بار اونٹوں کی تعداد بڑھاتے رہے، یہاں تک کہ سو اونٹوں پر قرعہ اونٹوں کے نام نکلا، تب سو اونٹ قربان کیے گئے اور اس واقعے کے بعد ان کی شادی بنو زہرہ کے سردار کی یتیم بھتیجی آمنہ بنت وہب سے طے پائی جو اپنے وقت کی صاحب علم خوش اطوار اور خوب صورت ترین دوشیزہ تھیں۔ بلاشبہ قریش قبائل میں عبداللہ اور آمنہ بنتِ وہب کی جوڑی حسین اور اعلیٰ ترین جوڑی تھی۔ یہی زمانہ تھا، جب عبداللہ کو تجارت کے لیے شام اور فلسطین کی طرف سفر طے کرنا پڑا اور آمنہ بنتِ وہب شادی کے چند دن بعد ہی ان کا انتظار کرنے کے لیے تنہا رہ گئیں۔ شروع میں یہ تنہائی انھیں ناگوار محسوس ہوتی، لیکن جلد ہی انھیں اندازہ ہوا کہ وہ ماں بننے والی ہیں۔

ماں دنیا کا اعلیٰ ترین، مقدّس اور مضبوط ترین رشتہ، عورت کی تکمیل، عورت کا تقدّس، عورت کی عظمت پھر ماں بھی کس کی؟ عبداللہ کے فرزند کی۔ عبداللہ کی اعلیٰ ترین صفات تو اسی بات کی متقاضی تھیں کہ ان کا فرزند بھی اتنا ہی اعلیٰ اور بنو ہاشم کا منفرد جوان ہوتا۔ مگر آمنہ کا دل چاہتا کہ یہ بچہ بنو ہاشم یا قریش قبائل کا ہی نہیں بلکہ دنیا کا اعلیٰ ترین انسان ہو۔ یہ آرزوئیں قوی سے قوی ہو جاتیں اور محبوب شوہر کی واپسی کے انتظار میں بے چینی اور اضطراب سے پیدا ہو جاتا، ہر شام آمنہ بنت وہب اپنے تصور میں ان کے آنے کا ایک دن کم کر لیتیں آخر لمحہ لمحہ کر کے انتظار کا وقت گزر گیا اور عبداللہ کے سفر اور واپسی کی اطلاعات ملنی شروع ہو گئیں۔ آمنہ بنت وہب نے اس دن کے انتظار میں پورے توّے دن گزارے تھے۔

دانش ور دوشیزہ

''شیخِ مکہ! مکہ سے جانے والا تجارتی قافلہ واپسی کا سفر شروع کر چکا ہے۔ عبد المطلب نے اطمینان اور خوشی کا سانس لیا۔ آمنہ بنتِ وہب نے بلند و بیکراں آسمان کی طرف دیکھ کر ربِ کعبہ کا شکر ادا کیا کون کس بت کو مانتا تھا؟ انھیں غرض نہ تھی، کون کس معبود کے حضور قربانی پیش کرتا ہے؟ انھیں پروانہ تھی۔ قبیلہ بنو زہرہ کی اس صاحبِ علم و دانش دوشیزہ نے عمر بھر مقدس کعبہ کے ان دیکھے رب کو ہی مانا تھا وہی معبود حقیقی تھا، وہ ہی محافظ اس وقت بھی وہ اسی سے دعا کر رہی تھیں مگر اسی معبود حقیقی کو کیا منظور تھا انہیں علم نہ تھا ہاں ان کی تمام توجہ ان خبروں پر مرکوز تھی جو شام سے آنے والے قافلے کے بارے میں انہیں مل رہی تھیں اس وقت مکہ کے جن جن معززین کا مال اس قافلے کے ساتھ گیا تھا وہ سب ہی معلومات کے لیے بے تاب ہوتے اور کوئی نہ خبر مل جاتی۔

اس قافلے نے شام سے یثرب تک کا سفر بخیر و عافیت طے کر لیا۔ بڑی ہی مسرت افزا خبر تھی۔ مکہ مکرمہ سے یثرب کا سفر تو کچھ بھی نہ تھا۔ گھوڑا دوڑاتے تو فاصلے خود ہی سمٹتے ہوئے محسوس ہوتے۔ آمنہ بنت وہب ان کی شہ سواری کی صفت سے بھی آگاہ تھیں اور اپنے انتظار کی بے چینی سے بھی واقف اور عبداللہ انہیں کتنا چاہتے ہیں یہ یقین بھی ان کے لیے متاعِ زیست تھا ایسے میں انہیں لگتا کہ اب ان کے آنے کی اطلاع نہیں بلکہ اب کسی گھڑی وہ خود پہنچنے والے ہیں۔ مگر اس بار مکہ آنے والوں نے نئی خبر دی۔

نورانی جبیں

یثرب پہنچ کر عبداللہ بن عبد المطلب بیمار ہو گئے اور سفر کرتے ہوئے قافلے کا ساتھ نہیں دے سکے۔ بلکہ بیماری کے باعث اپنی ننھیال بنو نجار میں ٹھہر گئے ہیں۔

یہ کون سا مرض تھا؟ کیسی بیماری تھی؟ آمنہ بنت وہب حیرانی سے دیکھتی رہ گئیں۔ عبدالمطلب بھی ہراساں تھے۔ ان کے سب فرزندوں نے جاڑے اور گرمی میں طویل طویل سفر کیے تھے اور عبداللہ بھی مضبوط ترین جوان تھے پھر وہ کیوں رک گئے تھے۔ اس وقت آمنہ بنت وہب نے کہا۔ "بابا جان آپ ہمارے سفر کا انتظام کر دیجیے ہم یثرب جانا چاہتے ہیں۔" عبدالمطلب نے انہیں دیکھا ملائم سفید چادر سے اپنے وجود کو چھپائے یہ لڑکی بڑی مقدس بڑی پاکیزہ نظر آرہی تھی اور اس کا نورانی چہرہ عبداللہ کی نورانی جبیں کا عکس نظر آرہا تھا وہ بولے۔ تم وہاں نہیں جاؤ گی ہم خود عبداللہ کو لانے کے لیے حارث کو بھیج رہے ہیں۔ آمنہ بنت وہب کچھ نہ بولیں۔ عبداللہ خود اپنے گھر لوٹ آئیں اس سے اچھی کوئی بات نہ تھی۔ اب انہیں صرف چند دن انتظار کرنا تھا۔ عبدالمطلب نے اپنے فرزند حارث یا دوسرے فرزند زبیر کو جانے اور بسہولت عبداللہ کو مکہ لے کر آنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ وقت بڑی ہی بے چینی میں گزرا ہر صبح شام ہونے کا انتظار رہتا اور وقت گزر جاتا۔ پھر وقت بھی گزر گیا اور حارث بن عبدالمطلب واپس لوٹ آئے مگر عبداللہ نہیں آئے۔ آمنہ بنت وہب نے مضطربانہ انداز میں دیکھا مگر نئی خبر نے ان کا جیسے سب کچھ چھین لیا! بڑے بھائی کے یثرب پہنچنے سے قبل ہی عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات ہو چکی تھی اور انہیں یثرب اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک گاؤں میں مقام ابوا پر ہی دفن کر دیا گیا۔

آمنہ بنت وہب دیکھتی ہی رہ گئیں اور سب کچھ ختم ہو گیا۔ عبداللہ چند دن ان کی زندگی میں رہ کر رخصت ہو گئے۔ اور ترکے میں ایک باندی چند بکریاں اس کے علاوہ اپنی ایک نشانی انہیں دے گئے۔ جس کی انہیں خبر بھی نہ تھی اور نہ آمنہ بنت وہب انہیں بتا پائی تھیں شاید انہیں تو انتظار ہی یہ بتانے کے لیے تھا مگر انتظار انتظار ہی رہا اور وہ رخصت ہو گئے۔ اب ہر چند کہ چاہنے والوں کا ہجوم تھا مگر کچھ بھی نہ تھا وہ تھیں اور عبدالمطلب کی کفالت و حفاظت اور بس اس زمانے میں عجیب و غریب واقعات پیش آنے لگے۔

سب سے پیارا نام

ایک کے بعد ایک حیران کن واقعات انہیں متوجہ کر رہے تھے۔ انہی دنوں انہوں نے خواب دیکھا کہ وہ آسمان کے نیچے کھڑی آسمان کی وسعتوں کو دیکھ رہی ہیں جہاں ایک نورانی لکیر سے ایک نام درج ہے "محمد"۔ اس وقت وہ حیرت زدہ رہ گئیں انہیں یاد آیا کہ "محمود" اللہ کا صفاتی نام ہے۔ اور محمد اسی نام کا ایک حصہ ہے۔ اس وقت انہوں نے چاہا کہ اپنے محبوب شوہر کے عظیم باپ سے یہ خواب بیان کریں مگر ان دنوں عبدالمطلب اپنا زیادہ وقت طواف کعبہ میں گزارتے تھے۔ ایسے میں آمنہ بنت وہب ان کی فرصت کا انتظار کرنے لگیں اور فرصت ملنے سے پہلے ہی انہوں نے اس بچے کو جنم دیا جو ان کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی۔ عبدالمطلب نے یہ خوشی بھی طوافِ کعبہ کے وقت سنی اور بنفس نفیس گھر آکر اس بچہ کو لے گئے اس وقت جب وہ اسے سینہ سے لگائے دعا کر رہے تھے کہ رب کعبہ اسے عزت دینا اس وقت آمنہ بنت وہب بھی اللہ سے ہی دعا کر رہی تھیں اس دن عبدالمطلب گھر آئے اور سات یوم کے بعد ایک دعوت عام کا اعلان کر دیا۔ یہ سات یوم آمنہ بنت وہب نے اس حسن و جمال کے پیکر اس نورانی بچہ کو سینے سے لگائے ہوئے کچھ اس طرح گزارے کہ وہ اپنا وہ خواب بھی بھول گئیں اور سات یوم گزر گئے اور دستور کے مطابق اس بڑی دعوت میں عبدالمطلب نے اپنے پوتے کے نام کا اعلان کیا۔ سننے والے متعجب مگر خود آمنہ بنت وہب حیرت زدہ رہ گئیں یہ وہی نام تھا باری تعالیٰ کے صفاتی نام "محمود" کا ایک حصہ تھا جو انہوں نے خواب میں دیکھا تھا اور جس کے معنی بہت اعلیٰ تھے۔ ان کی آرزوؤں اور تمناؤں کے عین مطابق عبدالمطلب نے تمام مہمانوں میں اعلان کیا!

"میں نے اپنے پوتے کا نام "محمد" رکھا ہے۔"

سب سے بڑی تمنا

پھر لوگ اس نام کے بارے میں سوال کرتے رہے اور شیخ مکہ انہیں معنی بتاتے رہے لیکن آمنہ بنت وہب حیرانی سے سوچ رہی تھیں کہ اس نام کے معنی ہی تو ان کی سب سے بڑی تمنا ہے۔ سب سے بڑی آرزو ہے کہ اس بچے کی تعریف تمام زمانہ کرے اور یہ سب کو محبوب ہو اس وقت ان کو آرزو تھی کہ اس بچہ کو کبھی خود سے جدا نہ کریں جس کے قرب سے انہیں ایسی تسکین ملتی جو کسی سے نہیں ملتی تھی مگر عبدالمطلب نے فیصلہ کیا کہ ابن عبداللہ کو پرورش کے لیے مکہ سے باہر کھلی فضا میں بھیجا جائے اس وقت آمنہ بنت وہب کے لیے یہ لمحہ بڑا صبر آزما تھا وہ اپنے بیٹے کو لمحہ لمحہ ساتھ رکھنا چاہتی تھیں بلکہ یہ تمنا ہر سوچ پر محیط تھی۔ انہوں نے اس شدت کو محسوس کرتے ہوئے عبدالمطلب سے کہا:

"بابا جان کیا محمد کی پرورش مکہ میں ہی نہیں ہو سکتی۔" یہ سوال ایک تمنا تھی ایک آرزو تھی ایک خواہش تھی عبدالمطلب کو مان لینے میں دیر نہ لگی مگر انہوں نے کہا۔

"بیٹی! تمہاری محبت اپنی جگہ ہے اور عرب بچوں کے لیے فصاحت و بلاغت دلیری اور فیصلے کی صلاحیت اپنی جگہ صدیوں سے عرب کا رواج ہے کہ بچے کھلی فضاؤں میں پلتے ہیں ہمارے بیٹے بھی پرورش کے لیے بھیجے گئے، اب ہم بھی یہی کریں گے اور اپنے پوتے کو اس کے اس حق سے محروم نہیں کریں گے۔" آمنہ بنت وہب نے پھر سر تسلیم خم کر دیا۔ ان کے فرزند کے لیے دائیاں طلب کی جانے لگیں اور یہ سعادت قبیلہ بنو سعد کی حلیمہ سعدیہ کے نصیب میں لکھی تھی۔

پانچ برس انتظار

اس طرح آمنہ بنت وہب محض چند دن ہی رضاعت کر سکیں کہ ان کے فرزند کو دائی حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا گیا اور آمنہ بنت وہب پھر سے انتظار کرنے کے لیے رہ گئیں۔ پانچ برس انہوں نے انتظار میں ہی گزارے تھے جواب ختم ہو گیا تھا۔ محمد ان کے پاس تھے اور وہ شب و روز کا ہر لمحہ ہر ساعت ان کے ساتھ گزارنا چاہتی تھیں جیسے برسوں کی جدائی کا ازالہ کر رہی ہوں وہ خوش تھیں، مسرور تھیں اور اس کے ساتھ ہی ایک عجیب سی آرزو دل میں مچل رہی تھی یہ آرزو تھی یثرب (مدینہ منورہ) کی طرف سفر کرنے کی۔ برسوں سے بچھڑے ہوئے رشتے داروں سے ملنے کی اور مرحوم شوہر کے مدفن کو دیکھنے کی اور شاید یہی آرزو سب سے قوی تھی۔ اس بار عبدالمطلب ان کی بات کو رد نہ کر سکے۔

ماں بیٹے میں جدائی

اس سفر میں ان کے محبوب شوہر کی باندی اُم ایمن اور ان کے چھ سالہ فرزند محمد ان کے ساتھ تھے۔ ان کا مدینے کا قیام ایک ماہ کا تھا۔ اس وقت وہ بنو نجار میں اپنے رشتے داروں میں رہیں اور ان کے بیٹے اپنے ننھیالی رشتہ دار بچوں کے ساتھ یہاں انہوں نے عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر کی زیارت بھی کی۔ اس وقت ان کے چھ سالہ بیٹے کے جذبات کیا تھے انہیں اندازہ تھا۔ لیکن خود ان کے اپنے جذبات کیا تھے یہ اندازہ کسی کو بھی نہ تھا۔ ایک ماہ بیت گیا اور آمنہ بنت وہب اپنے پروگرام کے مطابق واپسی کا ارادہ کیا اور اپنے متاع حیات کے ساتھ روانہ ہو گئیں مگر اسی سفر میں مقام ابوا پر پہنچتے پہنچتے ہی وہ علیل ہو گئیں ابوا وہی گاؤں تھا جہاں ان کے محبوب شوہر نے اپنے ماموں کے پاس رہتے ہوئے وفات پائی تھی۔ عجیب بات تھی کہ یہی جگہ ان کے بھی جائے وفات اور مدفن بننے والی تھی شاید اب محبوب شوہر سے جدائی کا زمانہ ختم ہو گیا تھا۔ یا اب اپنے محبوب بیٹے سے انہیں ہمیشہ کے لیے جدا ہونا تھا کہ انہوں نے یہیں وفات پائی، یہیں دفن کی گئیں اور چھ سالہ محمد اُم ایمن کے ساتھ واپسی کا سفر کرتے ہوئے اپنے دادا عبدالمطلب کے پاس مکہ پہنچ گئے۔

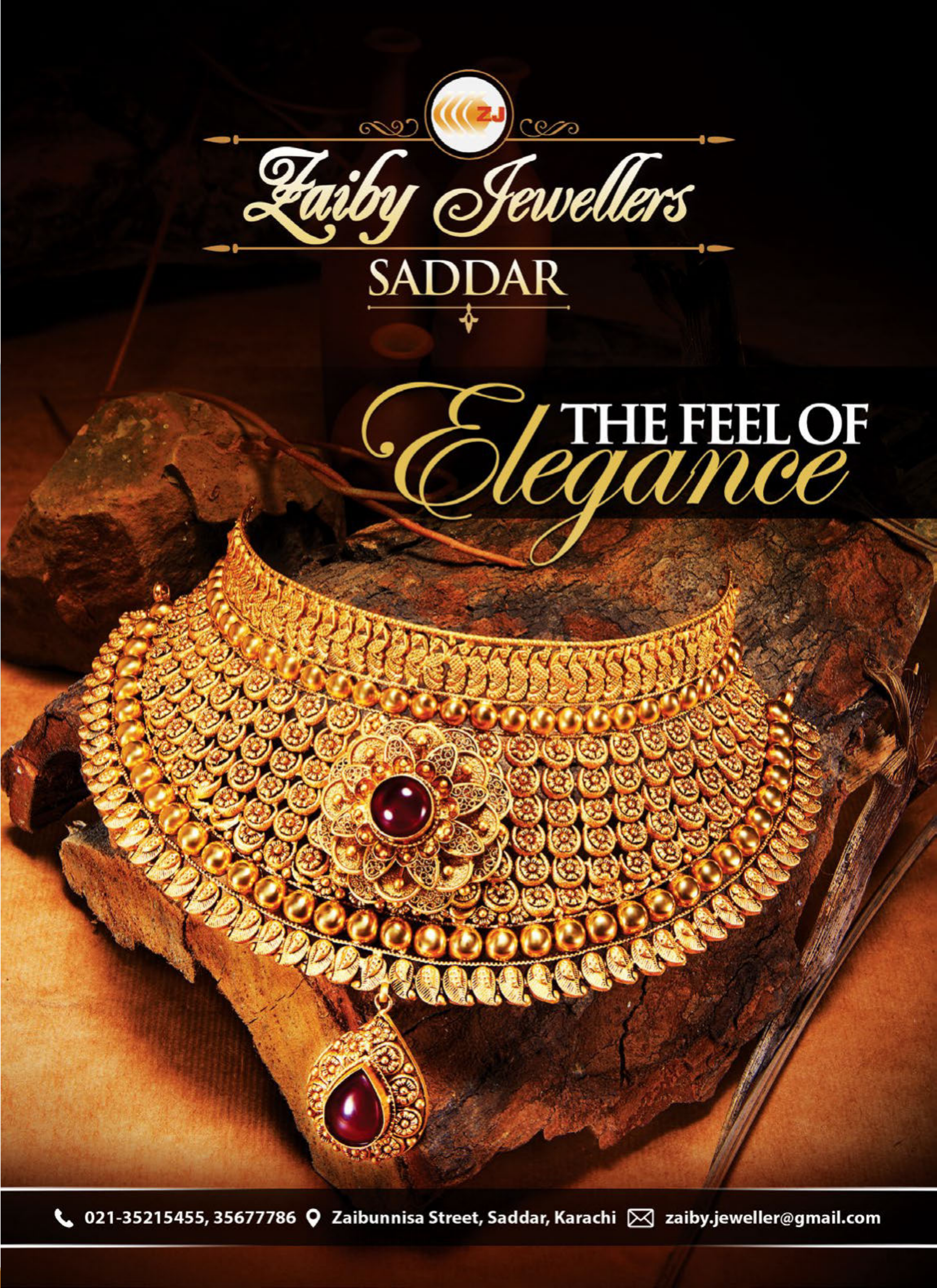

ZJ
Zaiby Jewellers
SADDAR
THE FEEL OF
Elegance
021-35215455, 35677786 Zaibunnisa Street, Saddar, Karachi zaiby.jeweller@gmail.com

امراض و احتیاط

جناب حکیم شمیم احمد کا ایک بہت مفید سلسلہ باورچی خانہ اور ہماری صحت گزشتہ مہینے مکمل ہوا۔ اس مہینے سے نیا سلسلہ ”امراض و احتیاط“ شروع کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے کی پہلی تحریر پیش خدمت ہے

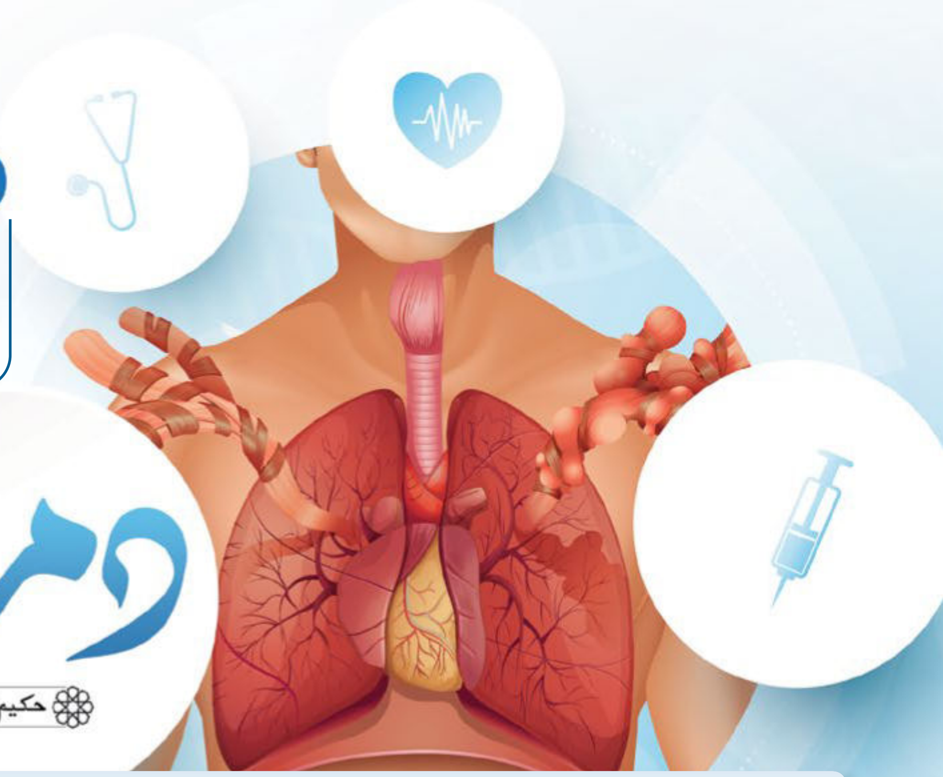

دمہ

حکیم شمیم احمد

دمے کا مرض اور مضر غذا

دمے کے مرض کا غذا سے گہرا تعلق ہے۔ اس سلسلے میں جو غذائیں مضر ہیں، ان میں انڈے، مچھلی، چاکلیٹ مونگ پھلی اور دوسرے خشک میوے اس کے علاوہ کافی گھاس، دھول، برادہ اور پولن اس طرح کی اشیا سے بھی جن لوگوں کا اکثر واسطہ پڑتا ہے، ان میں حساسیت اور دمے کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بچپن میں اس طرح کی حساسیت عام ہے، جیسے جیسے عمر بڑھتی ہے یہ حساسیت اور دمہ کم ہوتا جاتا ہے اور بچے مدافعت کی صلاحیت پیدا کر لیتے ہیں۔

”پولن“ الرجی اور سانس کا سبب

ایک عمر رسیدہ خاتون کے یہاں اکثر جانا ہوتا تھا۔ ان کو سانس کا عارضہ رہتا، ایک دن میں ان سے پوچھ بیٹھا کہ آپ کو یہ تکلیف کب سے ہے۔ کہنے لگیں: نزلہ تو مجھے بچپن سے رہتا تھا۔ میری شادی سردیوں کے موسم میں ہوئی تھی، سہیلیوں نے ضد کرکے ہاتھوں اور سر پر مہندی لگا دی تھی۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ سانس نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ دواؤں اور پمپ کے ذریعے زندگی گزر رہی ہوں۔ یہ واقعہ اس لیے تحریر کیا گیا ہے، تاکہ جن بچیوں کا مزاج بلغمی ہو، وہ سردیوں میں مہندی لگانے سے گریز کریں، جب شہتوت کا موسم آتا ہے تو اس کے درخت سے بور جھڑ کر فضا میں پھیل جاتا ہے، جس کو ”پولن“ کہتے ہیں۔ یہ بھی الرجی اور سانس کا سبب بنتا ہے۔

کم سن بچے، بوڑھے اور امراضِ سینہ

موسم سرما کی آمد آمد ہے۔ اس موسم میں ٹھنڈ سے بچاؤ کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جائیں، تاکہ کم سن بچوں اور بوڑھوں کو امراضِ سینہ سے بچایا جا سکے۔ ہمارے زمانے میں مائیں بچیوں کو امورِ خانہ داری سکھانے کے لیے، سلائی، کڑھائی، بُنائی پر زور دیتی تھیں، چناں چہ بازار اُون کے رنگ برنگی لچھے اور سلائیاں منگوائی جاتیں اور بچیاں عمدہ سوئیٹر اور موزے بُننا شروع کر دیتیں، جب کہ بڑی بوڑھیاں موسم سرما شروع ہونے سے پہلے ہی عمدہ روئی بھروا کر لحاف تیار کرواتی تھیں۔

جب بچے اس موسم میں باہر نکلتے تو تاکید کی جاتی کہ سر اور کانوں پر مفلر لپیٹ کر نکلیں۔ سینوں کو ٹھنڈ سے بچانے کے لیے روئی کی بنڈیاں تیار کرکے پہنائی جاتیں جب اس موسم میں اتنی احتیاط برتی جاتی تو بچے بوڑھے سب ہی اس ٹھنڈ سے محفوظ رہتے۔ اس کے علاوہ مائیں ایسا ناشتا تیار کرتیں جس سے سارا دن جسم ٹھنڈ سے محفوظ رہتا۔ ناشتے میں دیسی انڈے اُبال کر کھلائے جاتے، خشک میوں میں نشاستہ شامل کرکے خاص طور پر حریرہ تیار کیا جاتا جو بھرپور توانائی بخشتا۔ بہت سے دیہی علاقوں میں اب بھی ناشتے میں آلسی کے لڈوں گڑ اور سرسوں کے تیل میں تیار کرکے کھلائے جاتے ہیں۔ عموماً اب یہ سب کچھ عنقا ہو چکا ہے، کاش! یہ دور دوبارہ لوٹ آئے اور بچوں کو ٹھنڈ لگنے سے پہلے ہی احتیاطی تدابیر کر لی جائیں، تاکہ انھیں ہسپتالوں کا رخ نہ کرنا پڑے۔

حساسیت کی ایک اور وجہ

آج کل اس حساسیت کی ایک اور وجہ پیدا ہو گئی ہے، جس کی طرف عموماً ذہن نہیں جاتا اور وہ ان

والدہ کا ٹوٹکا

مجھے اچھی طرح یاد ہے جب چھوٹے بھائیوں کو نمونیا ہو

شربتوں اور ڈبا بند اشیا کا فراخ دلانہ استعمال ہے، جس میں مختلف رنگ ہیں اور غذا کو محفوظ کرنے کے لیے کیمیاوی مواد استعمال کیا جاتا ہے، اسی طرح رنگارنگ شربت کی بوتلیں، رنگین کولا مشروبات، سب حساسیت اور دمے کی سی حالت پیدا کر سکتے ہیں۔ خصوصاً ذکی الحس بچے اس میں بکثرت مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اس طرح کے افراد میں سخت پرہیز اور احتیاط کی ضرورت ہے۔

جاتا اور پسلیاں چلنے لگتیں تو والدہ انڈے کی زردی کا سینے پر لیپ کر دیتیں۔ اصلی زعفران کا ایک تار گھس کر شہد میں ملا کر چٹا دیتیں۔ اجوائن گرم کرکے پوٹلی میں رکھ کر سینے کی سکائی کر دیتیں۔

ایک تحقیقی مطالعہ: بچوں کو بوتل بند شربت پلایا گیا (جس کے متعلق اس کے بنانے والوں کا دعویٰ تھا کہ یہ سنگتروں سے حاصل کیا گیا ہے) تو ان میں سے ایک اچھی خاصی تعداد کو دمہ ہو گیا جب کہ انھی بچوں کو تازہ سنگترے کھلائے گئے تو انھیں کوئی سانس کی تکلیف نہیں ہوئی۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ان بوتلوں میں رنگ، مصنوعی مٹھاس اور مختلف کیمیاوی مواد ڈالے جاتے ہیں، جن کی وجہ سے حساسیت پیدا ہو جاتی ہے۔

بعض لوگ اسپرین سے بھی حساس ہوتے ہیں، اس کو کھا کر ان میں دمے جیسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہوا کی آلودگی کا بھی یہی اثر ہے جو دو طرح سے اپنے مضر اثرات دکھاتی ہے، یعنی سانس کی نالیوں کے راستے جا کر براہِ راست پھیپھڑوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور پیٹ کے راستے جا کر بھی حساسیت پیدا کرتی ہے۔

اگر بچوں میں اس طرح کی کیفیت بار بار ہو رہی ہو تو غذا پر نظرِ ثانی کرنا ضروری ہے، خصوصاً ان مشروبات اور ڈبا بند غذاؤں پر جو اب ہماری ثقافت کا حصہ بن گئی ہے۔ ایسی غذاؤں کو استعمال میں لانا چاہیے جو مضر نہیں ہیں۔

معالج کا امتحان

میرے ایک دوست کے تین ماہ کے بچے کو لایا گیا اس کو دو مرض لاحق تھے۔ اگر سینے کے بلغم کے لیے ڈاکٹر گرم دوائیں استعمال کرواتے تو بچے کو موشن لگ جاتے اور اگر موشن کے لیے ٹھنڈی دوائیں استعمال کرواتے تو سینے میں بلغم بھر جاتا، جب ایک سرد اور گرم مرض بیک وقت لاحق ہو تو معالج کا سخت امتحان ہوتا ہے، چناں چہ میں نے سونٹھ اور السی کو بھون کر ایک ایک چٹکی ماں کے دودھ میں شامل کرکے پلوائی، اس کی دونوں تکلیفیں رفع ہو گئیں۔ اس وقت یہ بچہ حافظِ قرآن ہے اور ہر سال ماہِ رمضان میں قرآن سناتا ہے۔

سانس کا عارضہ

ایک دس سالہ بچے کو میرے مطب میں لایا گیا۔ اس کو سانس کی تکلیف کئی ماہ سے تھی۔ ڈاکٹر دوائیں تبدیل کروا کے استعمال کروا رہے تھے، لیکن بچہ سنبھلنے میں نہیں آ رہا تھا، جب تمام کیفیات لیں تو اندازہ ہوا کہ بچے کو بچپن میں جِلدی مرض ہوا تھا جو ادویات کے ذریعے دبا دیا گیا تھا، جس کے نتیجے میں سانس کا عارضہ ہو گیا تھا۔ میں نے جِلدی مرض کی بنیاد پر دوائیں تجویز کیں۔ ہفتہ عشرہ میں بچے کے پورے جسم پر پھوڑے نکلے، جس سے والدین اور بچہ پریشان ہو گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ بچے کے سانس کا کیا حال ہے؟ کہنے لگے: وہ تو بالکل ٹھیک ہو گیا، چناں چہ چند دن مزید علاج سے بچہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔

حساسیت کی ایک اور وجہ

بچوں اور بوڑھوں کی قوتِ مدافعت کمزور ہوتی ہے، اس لیے وہ جلدی ٹھنڈ کا اثر قبول کر لیتے ہیں۔ اگر ابتدا میں نزلہ زکام ہو اور سینے میں بلغم کی آواز آ رہی ہو تو اس کو کسی دوا سے خشک کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، ورنہ ذرا سی علاج میں غفلت برتنے سے سانس کا عارضہ ہو جائے گا۔

نسخہ نمبر 1: گرم پانی میں شہد کو اچھی طرح پھینٹ کر وقفے وقفے سے پلایا جائے۔

نسخہ نمبر 2: دیسی اجوائن کو توے پر جلا کر پیس کر رکھ لیں اور ایک چٹکی شہد میں ملا کر وقفے وقفے سے چٹائیں۔

نسخہ نمبر 3: گلے میں سوزش ہو تو شربت توت سیاہ عرق گاؤزبان میں ملا کر پلائیں۔

شدید کھانسی کا علاج

بعض مرتبہ کھانسی طویل عرصہ تک تنگ کرتی رہتی ہے۔ کھانسی خشک ہو جاتی ہے۔ سینے میں بلغم جم جاتا ہے۔ پھیپھڑوں کی جھلیوں میں خراش پڑ جاتی ہے۔ اس کو برانکائٹس کہتے ہیں، اس تکلیف سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

نسخہ: بکرے کی ہڈیوں یا دیسی مرغی کی یخنی استعمال کروائیں اور ایک چمچہ شہد میں ایک چٹکی ہلدی ملا کر صبح شام چٹائیں، اس طرح خراشیں دور ہو جائیں گی۔

نسخہ: مغز بادام تین عدد توے پر سینک کر، دو چٹکی خشخاش شامل کر لیں اور پانی میں گھس کر تھوڑا سا چٹائیں، ان شاءاللہ! خشکی رفع ہو جائے گی اور مریض کو سکون ہو جائے گا۔

احتیاط: بلغم کے اخراج کے لیے اسٹیم بھی لے سکتے ہیں، بشرطیکہ اسٹیم لینے کے بعد پنکھے کے نیچے نہ بیٹھیں۔ ٹھنڈے پانی ترش پھلوں اور آئسکریم اور کولڈ ڈرنک سے پرہیز کروائیں۔

بقیہ ص 22 پر

مفتی محمد توحید

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

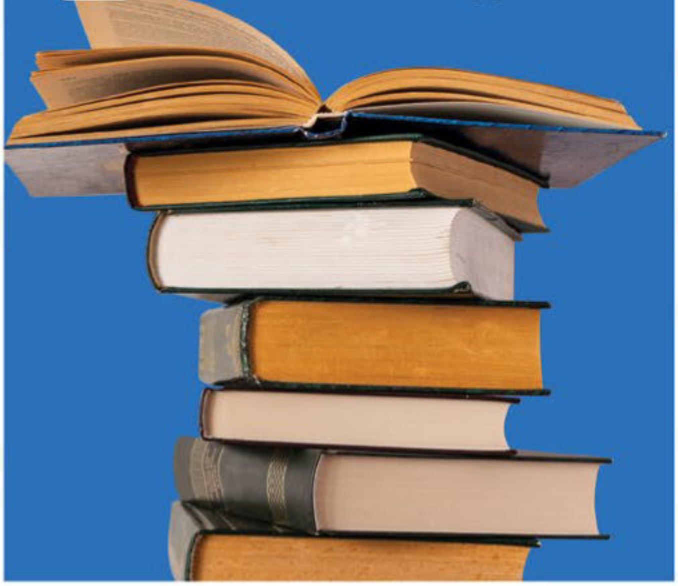

ٹیکس اور اس کی شرعی حیثیت

سوال: اسلام میں ٹیکس کا تصور کیا ہے؟ مسلمانوں پر قانوناً ٹیکس لگانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: واضح رہے کہ ٹیکس انگریزی زبان کا لفظ ہے۔ علم المالیات کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ رقم ہے، جو حکومت چلانے کے لیے مختلف صورتوں میں لوگوں سے وصول کیا جاتا ہے۔ اس کی وصولی ایک نظام کے تحت ہوتی ہے اور جن لوگوں پر یہ ٹیکس عائد ہو جاتا ہے اگر وہ وقتِ مقررہ پر ادا نہ کریں تو ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔

علم المالیات کے مشہور ماہر پلین ٹیکس کی تعریف یوں کرتے ہیں: ”اس سے مراد افراد پر وہ جبری ادائیگی ہے، جو ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے وصول کی جاتی ہے، جو کسی ملک کے باشندوں کے مشترکہ فائدوں کے لیے کیے جاتے ہیں۔“

ٹیکس کا تاریخی پس منظر: تاریخی اعتبار سے ٹیکس ایک قدیم ترین محصول ہے، اس کا ذکر مقدار و کیفیت کی تبدیلیوں کے ساتھ فراعنہ، بطالسہ، رومیوں اور فارسیوں کے ادوار حکومت میں ملتا ہے۔ یونان اور روم میں سب سے پہلے استعمال ہونے والی اشیا پر ٹیکس لگایا گیا۔ ایامِ جنگ میں جائیداد پر بھی عارضی طور پر ٹیکس عائد کر دیا جاتا تھا، جبکہ آزاد اور غلام نیز قومی اور غیر قومی باشندوں میں ٹیکس کے بارے میں امتیاز کیا جاتا تھا۔ سب سے پہلے جس ملک نے عام انکم ٹیکس کے نظام کو اپنایا وہ برطانیا ہے۔ نپولن بونا پارٹ کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے برطانوی حکومت نے 1799ء میں دو سو پونڈ سے زیادہ ہونے والی آمدنی پر دس فیصد ٹیکس لگایا، لیکن 60 پونڈ سے کم آمدنی کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا۔ 1810ء میں جب لڑائی ختم ہوئی تو 1842ء میں برطانوی باشندوں کو ٹیکس کے بوجھ سے آزاد کر دیا گیا، لیکن وزیر اعظم سر روبرٹ پیل نے بجٹ کے خسارے کو پورا کرنے کے لیے پھر سے ہنگامی طور پر ہر پونڈ پر سات پینیز ٹیکس عائد کر دیا اور یوں 1880ء تک برطانوی رعایا ٹیکس ادا کرنے کے عادی ہو گئی، جس کی وجہ سے ٹیکس ہمہ وقتی معمول بن گیا۔

جرمنی کے صوبہ پر دیبا میں 1851ء میں ٹیکس لگانے کی کوشش کی گئی، لیکن 1892ء میں اصلاح کے بعد اسے از سرِ نو مرتّب کیا گیا۔ 1913ء تک جرمنی کے سارے صوبوں میں باقاعدہ ٹیکس بطورِ قانون نافذ کیا گیا۔

فرانس میں ٹیکس لگانے کی کوشش کا آغاز 1870ء میں ہوا، لیکن اس کا نفاذ 1914ء میں پہلی جنگ عظیم سے دو ہفتے پہلے ہوا۔

اٹلی میں پہلی بار آمدنی، زمین، عمارات اور منقولہ دولت پر 1864ء میں ٹیکس عائد ہوا۔ سویڈن میں ٹیکس لگانے کی ابتدا 1892ء میں ہوئی۔ امریکا میں صحیح طور پر ٹیکس کا نفاذ 1913ء میں دستور کی سولھویں ترمیم کے ذریعے ہوا۔

متحدہ ہندوستان میں ٹیکس: انگریز حکومت نے ہندوستان میں پہلی بار 1860ء میں ٹیکس نافذ کیا، جسے 1865ء سے 1867ء تک معطل کر دیا گیا، لیکن 1867ء میں تھوڑی سی ترمیم کے بعد دی لائسنس ایکٹ آف 1867ء کے نام پر پھر سے جاری ہو گیا، جس کے تحت دو سو روپیہ سے زائد آمدنی پر دو فیصد ٹیکس عائد کیا گیا۔

1868ء میں اسی ایکٹ کا نام ”سرٹیفکیٹ ایکٹ 1868ء“ رکھ دیا گیا۔ اس ایکٹ کے تحت ٹیکس کی شرح کم کر دی گئی، ٹیکس سے مستثنیٰ رقم دو سو سے بڑھا کر پانچ سو کر دی گئی۔ 1869ء کے دوران کمپنیوں پر ڈیڑھ فیصد اور گورنمنٹ سیکورٹیز پر ڈھائی فیصد ٹیکس لگا دیا گیا، جبکہ دوسرے ذرائع سے وصول ہونے والے ٹیکسوں کی شرح کو دگنا کر دیا گیا۔ 1872ء میں ٹیکس سے مستثنیٰ رقم کو پہلے ساڑھے سات سو اور پھر ایک ہزار کر دیا گیا۔ یکم اپریل 1873ء کو دوسری مرتبہ چار سال کے لیے لوگوں کو عارضی طور پر ٹیکس سے نجات ملی، لیکن 1877ء میں لائسنس ٹیکس ایکٹ 1877ء کے تحت ہندوستان کے باسیوں پر پھر سے مسلط کر دیا گیا۔ 1860ء سے 1880ء تک انکم ٹیکس ایکٹ میں 13 ترامیم ہوئیں اور دو مرتبہ معطل ہوا، لیکن 1886ء میں اسے ایسی صورت دے دی گئی کہ پھر تیس سال نافذ العمل رہا، جس کے تحت پانچ سو روپے سے کم آمدنی کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا گیا، سود اور تنخواہوں کی رقم جو پانچ سو سے دو ہزار تک ہوتی اس پر 4 پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس لیا جاتا، دوسری عام آمدنیوں پر جو دو ہزار سے زیادہ ہوتیں، ان پر 5 پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس وصول کیا جاتا۔

1916ء میں نئی ترمیم کے ذریعے تنخواہوں، بونس، سالانہ وظائف پنشن اور سرکاری عطیات پر ایک ہزار سے دو ہزار روپے پر 4 پائی فی روپیہ سے ٹیکس کا نیا شیڈول دیا گیا۔ اسی طرح دوسری آمدنیوں پر ٹیکس کا نظام قائم ہوا۔

1918ء میں پہلی مرتبہ کل آمدنی اور قابلِ ٹیکس آمدنی کا تصور دیا گیا۔ آل انڈیا کمپنی کے ذریعے انکم ٹیکس ایکٹ کو ”انکم ٹیکس ایکٹ 1922ء“ کا نام دیا گیا۔

افسوس ناک بات یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کی فقید المثال قربانی اور مسلمانانِ برصغیر کی

لازوال جدوجہد کے بعد ملنے والے پاکستان میں یہی ظالمانہ ایکٹ اب بھی رائج ہے۔انگریزوں سے ہم نے آزادی تو حاصل کرلی، لیکن گوروں کے کالے قوانین کے طوق کو ناقابلِ فہم وجوہ کی بنا پر ہم ابھی تک اپنی گردنوں سے اتارنے سے ”عاجز“ ہیں، حالاں کہ اس قانون سے اسلام کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔اسلام نے مسلمانوں کو اس کا بہترین متبادل عطا کیا ہے اور وہ ہے نظامِ زکوۃ۔

اسلام میں ٹیکس کا تصور نہیں: جیساکہ تفصیل سے بتایا گیا کہ اسلام سے پہلے ٹیکس وصول کیے جاتے تھے، لیکن اسلام نے مسلمانوں کے لیے ان کو ختم کرکے زکوۃ ادا کرنے کا حکم دے دیا، اس لیے کہ یہ اسلامی، اقتصادی اور مالی نظام کی اصل ہے۔دنیا کا کوئی بھی نظام حیات مالی نظام کے بغیر نہیں چل سکتا۔خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں بیت المال میں زیادہ تر زکوۃ جمع ہوا کرتی تھی، بعد میں مالِ غنیمت، مالِ فئی اور مالِ خراج کا اضافہ ہوگیا۔اسلام سے پہلے ٹیکس رائج تھے۔اسلام نے اس کی جگہ منصفانہ اور عادلانہ نظامِ زکوۃ رائج کیا، جس سے امیری اور غریبی کا فرق مٹ گیا اور ایک ایسا وقت آیا کہ غربت کے مکمل خاتمے کی وجہ سے مسلمانوں میں کوئی زکوۃ وصول کرنے والا نہ رہا۔

احادیث میں ٹیکس کی ممانعت: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔(مسند احمد)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو قریب کردیتے ہیں تو جو لوگ مغفرت چاہیں ان کی مغفرت کردیتے ہیں، مگر دو افراد کی نہیں کرتے: ایک زانیہ عورت کی اور ایک ٹیکس وصول کرنے والے کی۔(کنزالعمال)

مسلمانوں پر قانوناً ٹیکس لگانے کی شرعی حیثیت: جمہور فقہا وعلما کے نزدیک مخصوص شرائط کے ساتھ (جس کا تذکرہ آرہا ہے) مسلمانوں پر عادلانہ ٹیکس لگانا جائز ہے اور مسلمان اسے ادا کرنے کے شرعاً پابند ہوں گے۔وجہ یہ ہے کہ پہلے زمانے میں ذرائع آمدنی زیادہ تھے: زکوۃ، عُشر، صدقات، خراج، جزیہ، خُمس اور مالِ فے سے کافی آمدنی حاصل ہوتی تھی، جبکہ اس کے مقابلے میں حکومتی اخراجات اور ریاستوں کی ذمہ داریاں محدود تھیں، اس لیے اخراجات کے لیے کفایت کرجاتی تھی اور ٹیکس لگانے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی تھی، جب کہ موجودہ زمانے میں حکومتی ذرائع آمدنی کم ہیں۔جزیہ مالِ غنیمت، خمس اور فئی کا تصور ہی ختم ہوچکا ہے۔اموالِ ظاہرہ کی زکوۃ بھی حکومت وصول نہیں کرتی اور نہ ہی عُشر وخراج کے وصولی کا کوئی انتظام ہے۔سرکاری ذرائع آمدنی میں خُرد بُرد اور جو گھپلے ہوتے ہیں، وہ ہر کوئی جانتا ہے، جب کہ سرکاری اخراجات اور ذمہ داریاں آئے دن بڑھتی رہتی ہیں، اس لیے حکومت کے پاس ٹیکس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔اگر اس دور میں مخلص اور کفایت شعار مخلص حکومت بھی قائم ہوجائے تو ذرائع آمدنی میں بظاہر اضافہ مشکل ہے، کیوں کہ زکوۃ ہی اہم ذریعہ آمدنی ہوگی اور ظاہر ہے کہ زکوۃ کے مخصوص مصارف ہیں۔ان کے علاوہ میں زکوۃ کا لگانا ٹھیک نہیں، جبکہ مصرف میں لگانے کے لیے قبض اور تملیک جیسے کڑی شرائط موجود ہیں۔جزیہ، خُمس اور مالِ فئی وغیرہ کے باوجود بھی بظاہر ٹیکس لگائے بغیر نہیں چل سکے گی، لہٰذا مخصوص شرائط کے ساتھ ٹیکس لگانا جائز ہے مذاہبِ اربعہ کے فقہا کی تصریحات اس پر دال ہیں۔

ٹیکس عائد کرنے کی شرائط: اسلام نے جس ٹیکس کی اجازت دی ہے، اس کی متعدد شرائط ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

پہلی شرط: نظامِ حکومت چلانے کے لیے حکومت کو واقعی پیسے کی ضرورت ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ آمدنی نہ ہو یا وہ ناکافی ہو۔اس قسم کی ضرورت کے وقت ٹیکس لگایا جاسکتا ہے۔اگر ٹیکس لگایا اور بعد میں احتیاج ختم ہوگئی، دیگر ذرائع آمدنی دستیاب ہوگئے تو پھر حکومت کو چاہیے کہ وہ عامۃ الناس سے ٹیکس کا بوجھ ہلکا کردے۔

دوسری شرط: اگر حکومت کو سرمایہ کی ضرورت ہے اور ٹیکس کے ماسوا حصولِ سرمایہ کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو ٹیکس لگانا جائز ہے، لیکن ٹیکس کا بار لوگوں میں منصفانہ طریقے پر تقسیم کیا جائے کہ کسی پر ظلم وزیادتی نہ ہو، واضح رہے کہ یہاں عدل وانصاف سے مراد مساوات نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر اجتماع اور اقتصادی طبقے کے لوگوں سے ان کی حیثیت کے مطابق ٹیکس لیا جائے۔

تیسری شرط: ٹیکس حق وانصاف کے ساتھ لے کر ملک وملت کی واقعی اور حقیقی ضروریات میں صرف کیا جائے۔لہو ولعب میں اور حکمرانوں کی شاہ خرچیوں میں صرف نہ کیا جائے۔

چوتھی شرط: سربراہِ مملکت کی یہ ذمہ داری ہے کہ اگر ٹیکس لگانا ضروری اور مجبوری ہے تو اربابِ حلّ وعقد کے مشورہ سے لگائے از خود نہ لگائے، چاہیے کہ تمام شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ماہرینِ معاشیات کی آراء حاصل کی جائے۔

پانچویں شرط: صرف بقدرِ ضرورت ٹیکس لگایا جائے، یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ٹیکس ایک امرِ شرعی نہیں، بلکہ ایک قانونی چیز ہے اور شریعت نے ضرورت اور انتہائی مجبوری سمجھ کر اس کی اجازت دی ہے اور شرعی اصول یہ ہے کہ جو چیز ضرورت کی وجہ سے لاگو کی جائے تو وہ صرف بقدرِ ضرورت ہی لاگو کی جائے گی۔

چھٹی شرط: ٹیکس کی مقدار اتنی ہو کہ لوگوں کے لیے قابلِ برداشت ہو، ناقابلِ برداشت ٹیکس اور لوگوں کو اس کے بوجھ تلے دبانا حرام ہے۔

ساتویں شرط: ٹیکس وصول کرنے کا طریقہ کا آسان ہو، تاکہ لوگوں کے لیے ایذا رسانی اور تکلیف کا باعث نہ ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ ٹیکس ملازمین، عملہ اور دیگر اہل کار نرم دل اور رشوت سے اجتناب کرنے والے ہوں۔اربابِ اختیار کو چاہیے کہ ان کے لیے ضابطہ اخلاق جاری کرے۔ٹیکسوں کی وصول یابی اور گوشواروں کو جمع کرنے کے سلسلے میں جھوٹ اور رشوت کا غالب احتمال رہتا ہے، حکومت کو اس کی کڑی نگرانی کرنی چاہیے۔(بحوالہ: اہم فقہی مسائل، ص:35)

سفر بعد از نبوت: اعلانِ نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسفار کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1 قبل از ہجرت   2 سفرِ ہجرت   3 بعد از ہجرت

قبل از ہجرت: قبل از ہجرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسفار دو نوعیت کے ہیں:

1 تبلیغی سفر   2 سفرِ معراج

تبلیغی اسفار: اعلانِ نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز مصروفِ تبلیغ ہو گئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں رہ کر تبلیغِ رسالت کا فرض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں مختلف سفر بھی اختیار کیے۔

سفرِ طائف: اس تبلیغی سلسلے کے اسفار میں سے بیعتِ عقبہ اولیٰ وثانیہ کے سفر ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ منٰی کو تشریف لے گئے تھے اور یہی سفر بعد میں سفرِ ہجرت کی بنیاد بنے تھے۔ (سیرت ابن ہشام)

قبل از ہجرت کے اسفار میں سے سفرِ طائف خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ طائف مکہ مکرمہ سے کچھ فاصلے پر ایک مقام ہے جہاں کے سرداروں کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے تشریف لے گئے تھے کہ اگر یہ لوگ ایمان لے آئیں تو اسلام کو ایک قوت حاصل ہو جائے گی اور ان کے علاقے میں مکہ کے ستم زدہ مسلمانوں کو بھی پناہ مل سکے گی۔

لیکن بجائے اس کے کہ وہ سردار ایمان لاتے، انھوں نے روایتی میزبانی کی شرافت کو بھی بالائے طاق رکھتے ہوئے نہ صرف یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک نہ کہا بلکہ علاقے کے اوباشوں اور غنڈوں کو آپ علیہ السلام کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر آوازے کسے اور پتھراؤ کیا، پتھراؤ اس قدر شدید تھا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوتے خون سے بھر گئے اور اس بے بسی و بے کسی کا عالم اتنا دردناک تھا کہ ہمیشہ بدترین دشمنی کا مظاہرہ کرنے والے عتبہ اور شیبہ (ربیعہ کے بیٹے) بھی اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور متاثر ہو کر آپ علیہ السلام کو اپنے باغ میں پناہ دی اور اپنے غلام عداس کے ہاتھ انگور بھی کھانے کے لیے بھجوائے۔ (سیرت ابن ہشام)

سفرِ معراج: یہ سفر دو حصوں میں طے ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے بہت تھوڑے سے حصے میں پہلے مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جائے گئے۔ اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بننے کا شرف براق نامی جنت کی سواری کو حاصل ہوا۔ بیت المقدس پہنچ کر تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت کروانے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمانوں سے ہوتے ہوئے اور وہاں مختلف انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تشریف لے گئے، جہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام رک گئے اور عرض کیا کہ میں اس سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں رکھتا، آپ تشریف لے جائیے۔ اسی سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت اور جہنم کا نظارہ بھی کروایا گیا۔ (سیرت ابن ہشام)

سفر بعد از ہجرت: ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفروں کی بھی دو قسمیں ہیں:

1: جہاد کے لیے   2: حج و عمرہ کے لیے

جہاد کے لیے سفر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ستائیس جنگوں میں خود حصہ لیا جنہیں غزوہ کہتے ہیں۔ ان تمام غزوات کے اسفار کا حال بیان کرنا شاید اس مضمون سے اتنا متعلق بھی نہ ہو اور اس کی طوالت بھی اسے ذکر کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ ان اسفار سے حاصل ہونے والی تعلیمات اور ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کو مضمون میں پہلے ہی ذکر کر دیا گیا ہے۔ البتہ چند چیزیں جو خاص اسی موضوع سے مناسبت رکھتی ہیں یہاں ان کو ذکر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

● **رازداری:** اس قسم کے اسفار میں عام طور پر منزل کو پوشیدہ رکھنے کا بھی معمول تھا۔ (فضائلِ اعمال، حکایاتِ صحابہ، غزوہ تبوک)

● **جفاکشی و استقامت:** آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر کی مشقتوں اور تکالیف سے کبھی نہ گھبراتے اور ساتھیوں کے ساتھ مل کر ہر مشقت برداشت کرنے میں شریک رہتے جس سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم راہیوں کے حوصلے بھی بلند رہتے۔ (سیرت ابن ہشام)

● **فوری طبّی امداد کی فراہمی کا انتظام:** جہاد کے لیے اسفار میں فوری طبّی امداد کا بھی بساط بھر انتظام کیا جاتا تھا اور چند ہمراہی اس مقصد کے لیے متعین رہتے تھے۔ (بخاری، کتاب الجہاد، باب زخمیوں کو اٹھالے جانے کا بیان) (سیرت ابن ہشام)

غزوات کے سفر ایک نظر میں۔۔۔

1. غزوۂ ودّان، سفر بجانبِ مقامِ ابواء، صفر 2 ہجری میں
2. غزوۂ بواط، سفر بجانبِ مقامِ رضویٰ، ربیع الاول 2 ہجری میں
3. غزوۂ سفوان، سفر بجانبِ مقامِ وادیٔ سفوان، ربیع الاول 2 ہجری میں
4. غزوۂ ذی العشیرۃ، سفر بجانبِ مقامِ ذوالعشیرۃ ینبع، جمادی الثانیہ 2 ہجری میں
5. غزوۂ بدر الکبریٰ، سفر بجانبِ مقامِ بدر، رمضان 2 ہجری میں
6. غزوۂ بنو قینقاع، سفر بجانبِ مدینہ میں بنو قینقاع کی بستی، شوال 2 ہجری میں
7. غزوۂ سویق، سفر بجانبِ مقامِ عریض، ذوالحج 2 ہجری میں
8. غزوۂ بنو سلیم، سفر بجانبِ مقامِ کدر، محرم 3 ہجری میں
9. غزوۂ ذی امر (غزوۂ غطفان)، سفر بجانبِ مقامِ نخیل ربیع الاول 3 ہجری میں
10. غزوۂ بنو سلیم (بحران)، سفر بجانبِ مقامِ بحران، جمادی الاولیٰ 3 ہجری میں
11. غزوۂ احد، سفر بجانبِ مقامِ اُحد (مدینہ کی شمالی جانب)، شوال 3 ہجری میں
12. غزوۂ حمراء الاسد، سفر بجانبِ مقامِ حمراء الاسد، شوال 3 ہجری میں
13. غزوۂ بنو نضیر، سفر بجانبِ مدینہ میں بنو نضیر کی بستی، ربیع الاول 4 ہجری میں

14 غزوۂ بدر الآخرۃ (بدر الموعد)، سفر بجانب مقام بدر، ذوالقعدۃ 4 ہجری میں
15 غزوۂ ذاتُ الرقاع، سفر بجانب مقامِ نخل واقع نجد، محرم 5 ہجری میں
16 غزوۂ دومۃ الجندل، سفر بجانب مقامِ دومۃ الجندل، ربیع الاول 5 ہجری میں
17 غزوۂ بنی مصطلق، سفر بجانب مقامِ مریسیع، شعبان 5 ہجری میں
18 غزوۂ خندق (احزاب)، سفر بجانب مدینہ کی شمالی سرحد پر، شوال 5 ہجری میں
19 غزوۂ بنو قریظہ، سفر بجانبِ مدینہ کی جنوبی جانب وادیٔ مہزور، ذی القعدہ 5 ہجری میں
20 غزوۂ بنی لحیان، سفر بجانب مقامِ رجیع، ربیع الاول 6 ہجری میں
21 غزوۂ ذی قرد (عیینہ بن حصن)، سفر بجانبِ مقامِ ذی قرد، ربیع الاول 6 ہجری میں
22 غزوۂ حدیبیہ، سفر بجانبِ مقامِ حدیبیہ، ذی اقعدۃ 6 ہجری میں
23 غزوۂ خیبر، سفر بجانب مقامِ خیبر، محرم 7 ہجری میں
24 غزوۂ فتح مکہ، سفر بجانب مقامِ مکہ، رمضان 8 ہجری میں
25 غزوۂ بنو ہوازن، سفر بجانب مقامِ حنین، شوال 8 ہجری میں
26 غزوۂ طائف، سفر بجانب مقامِ طائف، شوال 8 ہجری میں
27 غزوۂ تبوک، سفر بجانب مقامِ تبوک، رجب 9 ہجری میں

2: **حج و عمرے کے اسفار:** سنہ 6 ہجری میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام عمرے کی نیت سے تشریف لے گئے، لیکن حدیبیہ کے مقام پر روک دیے گئے۔ جہاں قریش سے صلح ہوئی اور معاہدہ مرتب کیا گیا جسے مقامِ صلح کے لحاظ سے صلحِ حدیبیہ کہتے ہیں۔ اس سفر کی خاص تعلیم سفر میں تحمل، بردباری اور پیش بینی ہے کہ بجائے ضد پر اڑے رہنے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم راہیوں کے جذبات کے باوجود مستقبل میں حصولِ مقصد پر توجہ مرکوز رکھی اور مقصد کے فوری حصول کی بجائے صبر واستقلال سے منظّم اور پیہم کاوش کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ (سیرت ابن ہشام)

اگلے سال سنہ 7 ہجری کو ذی القعدہ کے مہینے میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر عمرہ اختیار کیا اور گزشتہ سال حدیبیہ پر روک دیے جانے کی وجہ سے رہ جانے والے عمرے کی قضا کی اس لیے اسے عمرۃ القضا بھی کہتے ہیں۔ (اطلس سیرت النبی)

سنہ 10 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفرِ حج اختیار کیا اور اس موقع پر عرفات کے میدان میں انسانی حقوق، مساوات، امن اور وحدت انسانیت کا پہلا عالم گیر منشور پیش کیا۔

(سیرت ابن ہشام)

سفرِ آخرت: شاید موضوع سے متعلق نہ سمجھا جائے تاہم اختتامِ مضمون اور بہر حال ایک اہم نوعیت کے سفر کی نسبت سے کہ جو ہر انسان کو پیش آکر رہتا ہے مناسب سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ آخرت کے ذکر پر مضمون ختم کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوگئے چند دن بخار رہا، آخر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں منتقل ہوگئے اور وہیں 12 ربیع الاول کو وفات پائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ بنادیا گیا۔

سیرت کا موضوع ایک ایسا بحرِ ذخّار ہے، جس کے ہر ہر گوشے کی غواصی کرتے انسانیت کو صدیاں بیت چکی ہیں، لیکن اس کی تہ تک رسائی ممکن ہوتی ہے نہ نت نئے گوہر ہائے آبدار ہاتھ آنے میں کمی ہوتی ہے، دوسری طرف آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعد از ہجرت کی زندگی گویا سفر میں ہی گزری، ایسے میں اس مختصر سے مضمون کی وقعت ہی کیا کہ اس موضوع کا احاطہ تو کسی ضخیم کتاب کے لیے بھی مشکل ہے۔

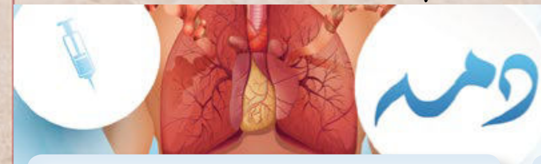

بقیہ امراض و احتیاط

نشہ آور چیزوں کا استعمال کینسر کا خطرہ

اگر کوئی مریض عرصہ دراز سے سگریٹ نوشی کا عادی ہو اور موسم سرما میں کھانسی میں شدّت آجائے اور پھیپھڑوں کے ذریعے خون آنے لگے تو ایسی صورت میں ایکسرے اور دیگر ٹیسٹ کرواکر اطمینان کرلینا چاہیے، کیوں کہ مسلسل سگریٹ اور نشہ آور چیزوں کا استعمال کینسر کا خطرہ بڑھا دیتا ہے۔ رنگ، پالش اور کیمیکل کا کام کرنے والوں کے ناک کے ذریعے کیمیکل کے ذرات جاتے ہیں اور پھیپھڑوں کو نقصان پہنچاتے ہیں، ایسی صورت میں ماسک لگا کر کام کرنا چاہیے۔ کھانسی میں کاکڑا سینگی کا سفوف بہت مفید ہے۔ یہ بکری کے سینگ کے مانند جوف دار گانٹھیں ہیں، اس کا سفوف شہد کے ہم راہ چٹانا بچوں کی کھانسی کو نافع ہے۔ اس کو اور کائے پھل کو پیس کر شہد میں ملا کر چٹانے سے دمہ دور ہوتا ہے۔

کھانسی اسہال اور دانت نکالنے کا زمانہ

بعض اطبّا اس کے سفوف کے ساتھ بیل گری کا سفوف شامل کرکے اسہال میں دیتے ہیں اور کاکڑا سینگی اور اتیس شیریں ہم وزن سفوف کرکے ایک ماشہ شہد کے ہم راہ چٹانا بچوں کی کھانسی اسہال اور دانت نکالنے کے زمانے میں پیدا ہونے والی تمام شکایات میں مفید ثابت ہوا ہے۔

نشہ آور چیزوں کا استعمال کینسر کا خطرہ

ایک مریض سانس کے علاج کے لیے کوئٹہ سے آیا۔ میں نے کہا کہ وہاں تو سانس کے علاج کی بوٹی پیدا ہوتی ہے، آپ نے وہ کیوں نہیں استعمال کی؟ اس پر مریض نے کہا: اس بوٹی کا نام آپ بتادیں تو میں تلاش کرلوں گا، اگر مل گئی تو آپ کے لیے بھی ان شاء اللہ لیتا آؤں گا۔ میں نے کہا: اس بوٹی کا نام "سوماں کلپاں" ہے۔ وہاں کی علاقائی زبان میں اس بوٹی کو "اُمّاں" کہتے ہیں۔ وہ مریض جب دوبارہ میرے مطب میں آیا تو بوری بھر کر یہ بوٹی لے آیا۔ اس بوٹی کو ہومیوپیتھی طرز پر ٹینکچر بنا کر انہیلر اور نوبولائنذر چھڑانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ حکیم آل علی مرحوم نے اس میں دو مزید بوٹیوں کا اصافہ کروایا تھا۔ "بسفائج اور مین پھل" اس سے اس دوا کی قوّت میں اضافہ ہوگیا۔ ٹینکچر بنانے کے لیے ان تینوں بوٹیوں کا وزن یہ ہونا چاہیے۔

نسخہ: اماں دو سو گرام — بسفائج ساٹھ گرام — مین پھل ساٹھ گرام

سوماں کلپاں میں ایک خوبی پھیپھڑوں کی نالیوں کو کشادہ کرنا ہے۔ ایلوپیتھی میں اس بوٹی سے ایفیڈرین کے نام سے انجکشن تیار کیا جاتا ہے، جو برانکوڈائیلیٹر ہے۔ نالیوں کو کشادہ کرکے سانس بحال کردیتا ہے۔

Taste Like Never Before

SunRise

فتح مبین

بنت عامر

"یار! آج تو ورکشاپ میں مزہ ہی آگیا۔ پورے ترکی کی سیر ہو گئی۔" مدیحہ نے آڈیٹوریم سے نکلتے ہوئے کہا۔

"ہاں، مجھے بھی بہت مزہ آیا۔ مجھے تاریخ سے لگاؤ بھی بہت ہے۔ سلطان محمد فاتح کا قصہ سننے کا مزہ ہی الگ تھا۔ ترکی جانا میرا ایک دیرینہ خواب ہے۔" حفصہ بولی۔

"پھر جب تم جاؤ نا! تو مجھے بھی ضرور لے کر جانا۔" سائرہ ہنسی۔

"لیڈیز!!! اگر آپ یہ ترکی نامہ بند کریں تو ہم اپنے کام کی بات کی طرف آئیں۔" آمنہ جو اس ورکشاپ میں جی بھر کر بور ہوئی تھی، اکتا کر بولی۔

"کل فائقہ کا "برائیڈل شاور" ہے اور ہم نے بہت سارا کام کرنا ہے۔ چلو کیفے ٹیریا چلتے ہیں، وہاں بیٹھ کر پلاننگ کر لیں گے۔" کیفے ٹیریا میں چائے اور سموسے کا آرڈر دینے کے بعد وہ وہیں لگے ٹیبل پر آمنے سامنے بیٹھ گئیں اور آمنہ نے کہنا شروع کیا۔

"برائیڈل شاور کی تھیم (theme) "بلیک اینڈ وائٹ" ہے، لہٰذا سب نے اسی اعتبار سے ڈریسنگ کرنی ہے اور اسی مناسبت سے میں نے کیک بھی انہی دو رنگوں کے امتزاج کا بنوایا ہے۔"

"مگر ہم نے تو فائقہ کو سرپرائز دینا ہے پھر اس کی موجودگی میں ہم themedecoration کیسے کریں گے۔" حفصہ بولی۔

"اس کا انتظام بھی ہو گیا ہے۔" سائرہ مسکرائی۔ "میں نے فائقہ کی ممّا سے بات کر لی ہے، وہ اسے شاپنگ کے بہانے کہیں لے جائیں گی، پھر پیچھے سے ہم سجاوٹ والا کام کر لیں گے۔"

"واہ زبردست!" حفصہ خوش ہوئی۔

"آج شام کو میں بھائی کے ساتھ جا کر غبارے اور دیگر سامان لے آؤں گی، پھر ہم دوپہر کو اس کے گھر جا کر سجاوٹ کر لیں گے، سب ٹائم سے آجانا۔" آمنہ نے گویا یاد دہانی کروائی۔

"بالکل ٹھیک! اور سب نے اس کے لیے گفٹ لے لیا؟ میں نے تو گھڑی اور پرفیوم لیا ہے۔" حفصہ نے کہا اور اسی دوران اس کا موبائل بج گیا۔ "اوہ میری گاڑی آگئی۔ چلو کل ملتے ہیں۔ اللہ حافظ!"

◆◆◆

"ارے آج تو گھر میں بڑی رونق ہے۔ حفصہ عنبرین خالہ کو دیکھتے ہی چہکی۔ آپ نے آج کیسے ہمارے گھر قدم رنجہ فرمالیا؟" اس نے شوخ انداز میں کہا۔

"اپنی بھانجی کی یاد بہت ستا رہی تھی، سوچا شرفِ زیارت ہی حاصل کرلوں۔ بس اسی لیے چلی آئی۔" عنبرین خالہ نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔

"حفصہ! چلو جلدی سے ہاتھ منہ دھو کر آؤ! پھر باقی باتیں کھانے کی میز پر ہوں گی۔" فرحین بیگم نے کہا جس پر حفصہ جی امی کہہ کر اٹھ گئی۔

کھانے کی میز پر عنبرین خالہ نے حفصہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آج تو حفصہ معمول سے زیادہ خوش نظر آرہی ہے۔ خیریت تو ہے نا!!"

"آج ہمارے کالج میں ترکی کی تاریخ پر ایک ورکشاپ تھی۔"

"لو! شروع ہو گیا ترکی کا سفر نامہ" فرحین بیگم نے حفصہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ یہ وہ موضوع تھا، جس پر حفصہ بہت جذباتی ہو جایا کرتی تھی۔ "اب میں نہیں بتا رہی کچھ۔" حفصہ جیسے برا مان گئی پھر اچانک سے چونک کر بولی۔

"آپ کو پتا ہے، کل فائقہ کا سرپرائز برائیڈل شاور ہے۔ آج کل ہم اسی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

"برائیڈل شاور؟؟ تم برائیڈل شاور پر کیسے جا سکتی ہو۔ یہ تو غیر شرعی تقریب ہے۔" فرحین بیگم حیرانی سے بولیں۔

"امی اس میں کیا برائی ہے، بس لڑکیوں کی ایک پارٹی ہی تو ہے۔ میں تو کتنے دنوں سے اس دن کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے وہاں جانا ہے بس!! ویسے بھی فائقہ نے لندن چلے جانا ہے، پھر کہاں ملاقات ہو گی بھلا۔"

"مگر حفصہ! یہ عیسائیوں کی تقلید ہے۔ ایسی تقریبات میں شرکت کرنا بالکل بھی درست نہیں، پھر وہاں گانے بھی تو ہوں گے۔" فرحین بیگم پریشان ہو گئیں۔

"میں ہمیشہ آپ کی ہر بات مانتی ہوں، مگر آپ کو میری کسی خوشی کا احساس نہیں۔" حفصہ روتے ہوئے بغیر کھانا کھائے کمرے کی طرف چل دی اور فرحین بیگم اسے تأسف سے جاتا ہوا دیکھتی رہ گئیں۔

◆◆◆

شام کو عنبرین خالہ جب حفصہ کے کمرے میں گئیں تو اس کی سرخ متورم آنکھیں اس کے دیر تک روتے رہنے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ "ارے حفصہ! اتنا کیوں رو رہی ہو؟ بڑوں کے فیصلے میں کوئی نہ کوئی خیر ہوتی ہے۔" عنبرین خالہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"مگر کسی کو میرے جذبات، میری خوشیوں کا احساس ہی نہیں۔ میرا اتنا دل تھا، یہ فنکشن اٹینڈ کرنے کا۔" حفصہ روہانسی ہو گئی۔

میرے نبی سے میرا رشتہ

ایلیہ محمد فیصل

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اس میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

میرے نبی سے میرا رشتہ کیا ہی خوب صورت جملہ ہے اور در حقیقت یہ جملہ زندگی گزارنے کا راستہ متعین کرنے کا ذریعہ ہے اور یہ جملہ محبتِ رسول کے ساتھ اطاعتِ رسول کا جذبہ پیدا کرتا اور ابھارتا ہے۔ رسول کائنات، فخرِ موجودات، کامل اسوہ ہر گوشہ تابناک، ہر پہلو روشن، سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جامعیت واکملیت، ہر شک وشبے سے محفوظ ہے۔ کسی بھی عظیم المرتبت ہستی کے حالات و معمولات زندگی، انداز واطوار، مزاج ورجحان، حرکات وسکنات، نشست وبرخاست حتیٰ کہ عادات وخیالات اتنے کامل ومدلّل نہیں مل سکتے، جس طرح نبی ﷺ کی سیرت طیبہ کا ایک ایک جزو تحریری شکل میں دنیا کے سامنے آج چودہ سو سال سے سال گزرنے کے بعد بھی موجود ہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق افراد اور اشیا کی تفصیل بھی سند کے ساتھ سیرت وتاریخ میں ہر خاص وعام کو مل جاتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کی ایسی بلندیوں پر فائز تھے کہ قرآن مجید نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کی گواہی دی۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

ایسے حسین اور جمیل اخلاق والے نبی سے میرا رشتہ کیوں نہ مضبوط ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے ہی انسانیت کو دنیا کے ساتھ ساتھ حیات وکائنات کی وسعتوں کا شعور ملا۔ آپ ﷺ کے طفیل ہی نسل انسانی کو عالمگیر مساوات کا پیغام ملا۔ اطاعتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دراصل اطاعتِ الٰہی کا ہی دوسرا نام ہے۔ حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی حبِ الٰہی کا ذریعہ ہے اور یہی اللہ کی بندگی اور عبودیت کی بنیاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیائے فانی میں ظہور سے پہلے سے دنیا پر دو سپر پاور قیصر وکسریٰ کا طوطی بولتا تھا، مگر مکہ ومدینہ کے اوپر کسی کی اجارہ داری نہ تھی کیوں کہ یہ تو "حبیبِ ذوالجلال" کے شہر تھے۔ سردار تو کئی تھے، لیکن کسی ایک کی حکومت نہ تھی، کیوں کہ یہاں ایک ایسی حکومت آنے والی تھی، جس سے قیصر نے بھی ختم ہونا تھا اور کسریٰ کا تخت بھی الٹنا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے اعزازات والا نبیٔ مرسل، شہ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عطا فرمائے، جن کے اخلاق و کردار معاشرت و تجارت، رہن سہن، عفو ودر گزر، طور واطوار، گفت وشنید کی کوئی مثال ہی نہیں اور ہمیں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ وسلم کے امتی ہونے کا شرف ملا۔ اب اس کرم وفضل کا حق تو یہ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو دل وجان سے اپنی زندگی میں لائیں، اپنی زندگی کو سنتوں کے سانچے میں ڈھال کر ربِّ کریم اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کو حاصل کریں۔ نبی سے رشتے کو مرتے دم تک اُستوار رکھیں، کیوں کہ اسی رشتے کی بنیاد پر آخرت میں ان کی شفاعت کا حق دار بننا ہے۔

توصیف کا حق کیا ہوا ادا میری زباں سے
میں ذرہ ناچیز ، وہ انوار کی دنیا

"لیکن بیٹا جہاں اللہ کا حکم آجائے وہاں سر تسلیم خم کر دیا جاتا ہے۔ ہمیں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسے بہت سے نمونے ملتے ہیں۔ آؤ ہم سیرتِ نبوی کے آئینے میں اسے دیکھتے ہیں۔ تم نے صلح حدیبیہ کا واقعہ تو سنا ہو گا نا!!"

"ہاں جی! صلح حدیبیہ کا واقعہ بھلا کسے معلوم نہ ہو گا!"حفصہ نے کہا۔

"مگر واقعات معلوم ہونا کافی نہیں ہوتا، ان سے سبق حاصل کر کے اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنا اصل ہوتا ہے۔" "جانتی ہو، یہ صلح حدیبیہ والے چھے سال ترسے تھے کعبۃ اللہ کی زیارت کو۔۔۔ پھر جب اذن حضوری ملا تو دیوانوں کی کیا کیفیت ہو گی کچھ اندازہ ہے!!! سب ہی کے جوش، جذبے، ولولے عروج پر تھے۔"عنبرین خالہ ایک ثانیے کو رکیں پھر دوبارہ گویا ہوئیں۔

"لیکن ہوا کیا!! جب دیوانے مکہ کے قریب پہنچے۔ منزل نگاہوں کے سامنے آنے لگی تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہ عمرہ ہو گا، نہ جہاد ہو گا، یہیں سے سب واپس لوٹ جائیں گے۔" پھر پتا ہے کیا ہوا تھا۔"عنبرین خالہ نے سوال اٹھایا۔ حفصہ ساکت وجامد بیٹھی سنتی رہی بے اختیار اس کے لب ہلے۔ "کیا ہوا تھا؟"

"وہ جاں نثار وفادار ساتھی جو اشارے پر جان وار دیتے تھے۔ یہ سن کر دم بخود رہ گئے۔ ایک طرف آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور دوسری طرف۔۔۔ وہ جذبے جو اوج ثریا کو چھو رہے تھے۔"حفصہ عنبرین خالہ کی سحر انگیز آواز میں کھو گئی۔

"بہت گراں تھا۔۔۔ اللہ کی قسم بہت گراں تھا، مگر ماننا تو ضروری تھا نا۔"حفصہ یک ٹک انھیں دیکھی گئی۔

"مار دیا انھوں نے خواہشات کو، دبا دیا اپنے جذبات کو اور سر تسلیم خم کر دیا۔ پھر جانتی ہو، اللہ نے بدلے میں کیا دیا! فتح مکہ دی، فتح مبین، قیصر وکسریٰ کو ایمان والوں کے قدموں تلے روند دیا اور ہمیشہ کی کامرانی ان کے مقدر کر دی۔ وجہ معلوم ہے؟؟"عنبرین خالہ نے پوچھا تو حفصہ نے انکار میں سر ہلایا۔

"کیوں کہ انھوں نے حکم کو خواہش پر مقدم رکھا تھا میری شہزادی!! اللہ کے حکم کے آگے جو خواہشات دباتے ہیں، ان کے لیے فتح مبین کی خوشخبریاں ہوتی ہیں۔ اگرچہ وہ دنیا والوں کے لیے اجنبی بن جاتے ہیں، مگر اللہ کے یہاں وہ بڑے نایاب وکامیاب لوگ ہوتے ہیں۔ بتاؤ! کیا اب بھی اپنی والدہ کے فیصلے پر ناراض ہو؟"

"بالکل بھی نہیں خالہ جان! میں اپنی خواہشات کے مقابلے میں اپنے رب کے حکم کو ترجیح دوں گی اور ابھی جا کر امی جی سے معافی مانگتی ہوں۔" اور وہ دوڑ کر کچن کی طرف گئی اور فرحین بیگم کے گلے لگ کر رونے لگی اور ان سے معافی مانگی۔

"ارے یہ ہماری بیٹی رو کیوں رہی ہے؟؟"خالد صاحب نے گھر آتے ہی حفصہ کو روتے دیکھ کر پوچھا۔ "میں تو اپنی بیٹی کے لیے ایک سرپرائز لایا ہوں۔"

"سرپرائز۔"حفصہ نے زیرِلب دہرایا۔

اتنے میں خالد صاحب نے اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذات تھمائے، جسے دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت اور خوشی سے پھیل گئیں۔

"ترکی کے ٹکٹ!!"وہ ہکا بکا انھیں دیکھے گئی۔ وہ یقیناً اس کے لیے فتح مبین تھی۔

ملاحظہ: فہم دین ستمبر 2020 میں شائع ہونے والی تحریر "آہ القدس" بھی محترمہ بنت عامر کی تحریر کردہ ہے۔ قارئین اپنے ریکارڈ کی درستی کے لیے نوٹ فرمالیں۔

پیارے نبی ﷺ کی غذا

ام محمد سلمان

بھیا جلدی باہر آؤنا! دیکھو کھجور کے خوشے کیسے بھر گئے ہیں۔ ساری کھجوریں پک گئی ہیں۔ ہمیں توڑ کر دونا! مومنہ نے صحن میں لگے کھجور کے درختوں کی طرف دیکھتے ہوئے بھائی کو آواز دی۔

''ارے آتا ہوں مومنہ! ذرا دم تو لو! تم ایک دم ہی ہتھیلی پہ سرسوں جمانے لگتی ہو۔ تھوڑا سا کام رہ گیا ہے یہ مکمل کر لوں۔'' بھیا نے اپنی کتابوں پر جھکے جھکے جواب دیا۔

اور مینا پھر سے کھجور کے درختوں کے ارد گرد چکر لگانے لگی۔

تھوڑی دیر میں بھیا وہاں پہنچ گئے، ساتھ میں چھوٹا بھائی بلال بھی آ گیا۔

بھیا نے ایک لمبی چھڑی لی اور زور زور سے خوشوں پر مارنے لگے، جس سے پکی پکی کھجوریں جھڑنے لگیں۔

مومنہ اور بلال نے سب کھجوریں ایک تھالی میں جمع کیں اور لے جا کر امی جان کو دے دیں تاکہ وہ انھیں اچھی طرح دھو دیں۔

''واہ کتنا میٹھا اور ذائقے دار پھل ہے سبحان اللہ!'' بابا جان نے منہ میں کھجور رکھتے ہی کہا۔

تمھیں پتا ہے مومنہ! ہمارے پیارے نبی صل اللہ علیہ وسلم کھجوریں کتنے شوق سے کھایا کرتے تھے!

جی.....!!! مجھے پتا ہے۔ مومنہ نے جی کو خوب لمبا کھینچا۔ اسی لیے تو میں بھی شوق سے کھاتی ہوں اس نے اپنی آنکھیں گول گول گھمائیں، رغبت سے پلیٹ کی طرف جھکی اور دو دانے اکٹھے ہی منہ میں ڈال لیے۔

''ہائے اللہ... تھوڑی دیر میں ہی مومنہ کی گھبرائی ہوئی آواز آئی

''اللہ جی!'' گٹھلی میرے پیٹ میں چلی گئی۔ امی جان اب کیا ہو گا؟

''ہاہاہاہا بلال نے زوردار قہقہہ لگایا۔ اب دیکھنا مومنہ تمھارے پیٹ میں کھجور کا درخت اُگے گا اور کانوں سے یہ بڑے بڑے کھجور کے پتے باہر جھانکیں گے۔ اور... اور پتا ہے... ناک سے کھجوریں نکلا کریں گی۔

''اللہ جی! اب کیا ہو گا؟'' مینا نے گھبرا کے رونا شروع کر دیا۔

بابا جان نے یہ صورت حال دیکھی تو بلال کو ڈانٹا... ''ارے بلال، مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولتے بیٹا۔''

سوری بابا جان! بھول گیا تھا۔ آئندہ احتیاط کروں گا ان شاء اللہ۔ بلال شرمندہ سے لہجے میں بولا۔

''مومنہ ادھر آؤ بیٹا میرے پاس آ کر بیٹھو۔'' بابا نے پیار سے اسے بلایا اور وہ بڑے لاڈ سے بابا کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔

گھر کے سب افراد اس وقت صحن میں بچھی چارپائیوں پر بیٹھے تھے اور ایک دوسرے سے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ اتنے میں بڑے بھیا نے کہا: ''چلیں بھئی آج ہم سب مل کر پیارے نبی ﷺ کی پسندیدہ غذاؤں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ باری باری سب لوگ ایک ایک غذا کا نام اور فائدہ بتائیں گے۔ ٹھیک ہے!''

''سب سے پہلے میں بتاؤں گی بھیا! مومنہ ہاتھ اونچا کرتے ہوئے بولی۔ ''پیارے نبی کو گوشت بہت پسند تھا، بھنا ہوا گوشت شوق سے کھاتے تھے۔ گوشت سارے کھانوں کا سردار ہے، غذائیت سے بھرپور بہت لذیذ ہوتا ہے اور مومنہ بہت شوق سے کھاتی ہے۔''

مومنہ نے مسکرا کے فاتحانہ نظروں سے سب کو دیکھا۔ ارے واہ بھئی ماشاء اللہ ہماری بیٹی کی معلومات تو بہت زیادہ ہیں! بابا خوشی سے بولے۔

''آج شام کے کھانے میں بھی کدو گوشت بنا ہے، جو پیارے نبی کو بہت پسند تھا۔ کدو ایک بہترین سبزی ہے، جو غذائیت سے بھرپور اور زود ہضم ہے۔ جگر اور اعصاب کے لیے مفید ہے۔'' امی جان نے کدو کے فائدے گنوائے۔

''اور پیارے نبی کو دودھ بہت پسند تھا نا امی جان! اسی لیے میں بھی شوق سے پیتی ہوں۔'' مینا سے چھوٹی رائمہ بولی۔

''اور دودھ کے فائدے کون بتائے گا؟''

''میں بتاتا ہوں! بلال بولا دودھ کیلشم سے بھرپور ایک مکمل غذا ہے۔ دودھ کے استعمال سے جسم صحت مند رہتا ہے، ہڈی اور دانت مضبوط رہتے ہیں آپ علیہ السلام نے گائے اور بکری کے دودھ کو پسند فرمایا ہے۔''

''اس کے علاوہ پیارے نبی نے زندگی بھر جو کی موٹی روٹی کھائی۔ کبھی باریک اور چھنا ہوا آٹا استعمال نہیں کیا۔'' اب کی بار بابا جان نے بتانا شروع کیا

''پیارے بچو! نبی کریم ﷺ کی مرغوب غذاؤں میں جو بھی شامل ہے۔ پیارے نبی ﷺ جو کی روٹی کو بہت پسند فرماتے تھے۔ انھوں نے اپنی ساری زندگی میں کبھی بھی میدے کی روٹی تناول نہیں فرمائی۔'' ابو داؤد میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے جو کی روٹی کا ٹکڑا لیا اور اس پر کھجور رکھی اور فرمایا کہ یہ اس کا سالن ہے اور تناول فرما لیا۔ قدرت نے جو میں جسمانی قوت کا بیش بہا خزانہ چھپا کر ہمیں بخشا ہے، قدیم زمانے سے جو کا استعمال بطور علاج اور قوت بخش غذا میں ہوتا چلا آ رہا ہے۔ جو میں جسم کو توانائی بخشنے والے اجزاء کی خاصی مقدار پائی جاتی ہے، اس میں 80 فیصد نشاستہ ' لحمیات اور فاسفورس کی بڑی مقدار موجود ہوتی ہے۔ جو بلڈ پریشر کو فائدہ پہنچاتا ہے حدت کو کم کرتا ہے، پیاس بجھاتا ہے، جوڑوں کے درد کو فائدہ پہنچاتا ہے، چوں کہ زہریلے مادوں کو خارج کرتا ہے، اس لیے چہرے کے دانوں اور اس سلسلے میں دوسری جلدی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔

جو ہماری جسمانی صحت کے لیے ٹانک کا درجہ رکھتے ہیں، اسی لیے ہم لوگ اکثر صبح ناشتے میں دودھ میں پکا ہوا جو کا دلیہ لیتے ہیں، جسے تلبینہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک بہترین اور صحت بخش ناشتا ہے۔''

''ماشاء اللہ! آپ نے تو بہت تفصیل سے روشنی ڈالی بابا جان!'' بلال خوش ہو کر بولا۔ اب تو میں ناشتے میں روزانہ تلبینہ ہی کھایا کروں گا۔

لیکن میں تو ناشتے میں ڈبل روٹی کھاتی ہوں بابا جان! امی جان کہتی بھی ہیں تھوڑا سا تلبینہ کھا لو مگر مجھے اچھا نہیں لگتا۔ اب میں کیسے کھاؤں؟''

بیٹا جی ضروری تو نہیں ہے کہ انسان ہر وقت صرف اپنی پسند کی چیزیں کھائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں تو ان کے فائدوں پر نظر رکھتے ہوئے اور رب کا شکر بجا لانے کے لیے ضرور کھاتے رہنا چاہیے۔ جب آپ کھایا کریں گی تو آہستہ آہستہ عادت پڑ جائے گی اور پھر اچھی بھی لگنے لگیں گی۔'' بابا جان نے رسان سے سمجھایا۔

''جی ٹھیک ہے بابا جان! اب میں ناشتے میں تلبینہ ضرور کھاؤں گی ان شاء اللہ۔'' مومنہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''اور بھئی شہد کے تو بے شمار فائدے ہیں۔'' اس بار امی جان نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد بہت پسند تھا۔ اور اس کا بہت استعمال فرماتے تھے۔ شہد کی شفا بخشی کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے۔ شہد کے بارے میں یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ بہت سے امراض میں مفید ہے اور اس کا استعمال جسم کو کئی امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ شہد کی ایک خوبی اس کا جلد اثر کرنا اور قدرتی اینٹی بایوٹک ہونا ہے۔ یہ حلق سے نیچے اترتے ہی خون میں شامل ہو جاتا ہے۔ نوزائیدہ بچے سے لے کر جاں بلب مریض تک سب کے لیے غذا اور دوا ہے۔''

''اور بابا جان رائمہ تو انگور شوق سے کھاتی ہے نا! کیوں کہ پیارے نبی کو پسند تھے۔ بابا جان ہمیں انگور کے فائدے بتائیں!'' اب کی بار سب سے چھوٹی رائمہ اٹھلاتے ہوئے بولی۔

''جی بیٹا ضرور بتائیں گے. تو سنیں:'' انگور انتہائی لذیذ اور بے مثال قوت بخش پھل ہے اسے صحت و توانائی اور فرحت وانبساط فراہم کرنے کے لحاظ سے ایک اچھوتا اور پرکشش پھل تصور کیا جاتا ہے۔ انگور میں کاربوہائیڈریٹس، پروٹین، وٹامن اے وٹامن سی، کیلشیم اور آئرن پائے جاتے ہیں جو انسانی صحت کے لیے بہت مفید ہوتے ہیں یہ ہر عمر کی خواتین کی توانائی کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ یہ جسم میں تازہ اور مصفی خون پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس کے اندر بے پناہ غذائیت ہوتی ہے۔ اس کا رس نہ صرف معدے کی رطوبت کو مزید ہاضم بناتا ہے بلکہ نظام انہضام کے بعد خون میں شامل ہو کر خون کو صحت مند بھی بناتا ہے۔

انگور کا رس آدھے سر کے درد اور معدے کی بیماریوں، قبض، کھانسی، جسم کی کمزوری، خون کی کمی اور دیگر امراض کے لیے بھی مفید ہے۔''

''سبحان اللہ! کیا کہنے میرے پروردگار کی قدرت کے میں قربان جاؤں ہر چیز نرالی بنائی ہے۔ دادا جان رب کی نعمتوں کی دل سے معترف ہوئے۔

ابھی یہ سب گفتگو جاری تھی کہ دادی جان بولیں: ''بہو! میرے لیے ایک چپاتی کدو گوشت کے شوربے میں بھگو دو، ذرا نرم پڑ جائے گی تو کھاؤں گی۔ پھر بچوں سے مخاطب ہوتے ہوئے بولیں پیارے بچو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ غذا ثرید بھی ہے۔ ثرید اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو روٹی کو شوربے یا پتلی دال میں بھگو کر تیار کیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ترین کھانا ثرید تھا۔ ثرید کے بہت فائدے ہیں۔''

دادی جان خاموش ہوئیں تو بابا جان نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غذائی عادات کے بارے میں ایک اجمالی خاکہ پیش کیا:

''آپ علیہ السلام کھانے کے معاملے میں انتہائی سادہ تھے۔ گھر میں سالن نہ ہوتا تو جو کی روٹی سرکے کے ساتھ کھا لیتے۔ جو کی روٹی پر زیتون کا تیل چوپڑ کر بھی شوق سے کھاتے۔ کھانے میں کبھی عیب نہ نکالتے۔ دن میں صرف ایک بار کھانا تناول فرماتے۔ کبھی پیٹ بھر کر نہ کھاتے۔ کھانے کے بعد پانی نہ پیتے، بس ہاتھ دھوتے اور کلی کر لیتے۔ صبح کے وقت نہار منہ اکثر نبیذ پیا کرتے۔ نبیذ اس پانی کو کہتے ہیں جس میں رات بھر کے لیے چند دانے کھجور اور کشمش کے بھگو کر رکھ دیے جائیں اور صبح اس پانی کو پی لیا جائے، جو لوگ تھکاوٹ اور اعصابی کمزوری کا شکار ہوں ان کے لیے صبح نہار منہ نبیذ پینا بہترین ٹانک ہے۔ چند دن میں ہی اپنے اندر بہترین تبدیلی محسوس کریں گے۔ ان شاء اللہ اس کے علاوہ آپ علیہ السلام نے کبھی دو گرم غذاؤں کو ساتھ نہیں کھایا جیسے کہ کھجور اور انجیر دونوں گرم ہیں۔ اسی طرح دو ٹھنڈی غذاؤں کو بھی ایک ساتھ استعمال نہیں کیا جیسے انار اور موسمی وغیرہ'' سردیوں میں ہمارے یہاں مالٹے اور گاجر کا جوس ملا کر عام پیا جاتا ہے جو کہ اکثر نقصان کا باعث بنتا ہے کیوں کہ دونوں کی تاثیر ٹھنڈی ہے۔ گاجر اور مالٹے کا جوس پینا ہی ہو تو اس میں ذرا سی ادرک اور شہد ضرور شامل کر لیا جائے اور ہو سکے تو دھوپ میں بیٹھ کر پیا جائے۔

بابا جان کی بات ختم ہوئی تو مغرب کی اذان کی آواز آنے لگی۔ سب لوگ نماز پڑھ کر آئے تو امی جان نے دستر خوان پر کھانا لگا دیا۔ کھانا دیکھ کر بابا جان خوش ہو گئے کیوں کہ امی جان نے آج کدو گوشت کے ساتھ جو کی روٹی بھی پکا رکھی تھیں۔ سب لوگ بسم اللہ پڑھ کر ہنسی خوشی کھانا کھانے لگے۔

آپ ﷺ کی نعت کہے آنکھ کو دریا کر کے

عائشہ صدیقی عائش

روح میں عجز کے احساس کو پیدا کر کے
آپ کی دیکھوں عطا ، دل کو تمنا کر کے
بارگاہِ شہ عالم ہو اور اک خاک نژاد
آپ کی نعت کہے آنکھ کو دریا کر کے

میری الفت ہی بنے میرا عقیدہ۔۔۔ آقا!!
ہم محبت میں رکھیں آپ کو یکتا کر کے
مجھ کو آقا کی ملی پشت پناہی ورنہ
پالا ہوتا مجھے حالات نے رسوا کر کے

جنّ و انسان تھے انگشت بدنداں عائشؔ
چاند کو جب کیا دو لخت اشارہ کر کے

جُنید امِین

جُنید امِین

Your Trusted Friend in Real Estate

Sale - Purchase - Rent

22-C, Khyaban e Jami near Baitussalam Masjid Phase IV, D. H. A. Karachi
02135313254 , 02135313319 , 03009213373 Email: junaidameen@live.com

پہلی قسط

بدبو

• قرۃ العین خرم ہاشمی

"دلہن! پلاؤ کو دم لگا دیا؟ شامی کباب گرم گرم تل کر لانا۔ میرے بیٹے کو ہر چیز تازہ اور گرم ملنی چاہیے! پتا نہیں پردیس میں کیسا ٹھنڈا اور بے مزہ کھانا کھاتا رہا ہے۔ میٹھے میں کیا بنایا ہے کسٹرڈ یا فرنی! اور ہاں رائتہ ضرور ہونا چاہیے۔ فرحان چاول رائتے کے ساتھ کھاتا ہے اور سلاد میں ٹماٹر ضرور ہوں۔"

بانو بیگم کی نان اسٹاپ چلتی زبان کو اچانک بریک لگی کیوں کہ فرحان نے پاس بیٹھ کر ماں کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ بانو بیگم نے محبت سے بیٹے کے سانولے چہرے کی طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

"میرا چاند! نیند پوری ہو گئی!" ماں کے لہجے میں فکر مندی تھی۔ فرحان مسکرانے لگا۔

"ہاں اماں! سفر کی تھکاوٹ تو آپ سب سے مل کر ہی ختم ہو گئی تھی۔" فرحان نے اپنے گرم ہاتھوں میں ماں کا ہاتھ دبایا تھا۔ جیسے ان کمزور ہاتھوں کی ساری ممتا خود میں جذب کرنا چاہتا ہو۔

"میں خود دو سال بعد اپنے لاڈلے بیٹے کو سامنے دیکھ کر جی اٹھی ہوں! کتنا سمجھایا تھا تجھے کہ اپنا بنا بنایا کاروبار چھوڑ کر باہر مت جا، مگر تجھے تو پردیس کی خاک چھاننے کا جنون سوار تھا!" اماں نے ہمیشہ کی طرح شکوہ کیا تو فرحان اداسی سے مسکرانے لگا۔ "پیاری اماں! یہ بھی تو دیکھیں آپ کے لیے کتنا کچھ لایا ہوں! مہنگے پرفیوم، پرس، گوری میموں کے ہیٹ اور فر والے کوٹ اور!" فرحان نے اس طرح کہا کہ اماں ہنس پڑیں۔

"شرارتی لڑکے! بھلا مجھے گوریوں کی چیزوں سے کیا لینا دینا! مجھے تو بس اپنے بیٹے کی فکر ہے!" اماں نے فرحان کے کندھے پر ہاتھ پھیرا تھا۔ اسی وقت چائے کی ٹرے اٹھائے، موہنی لاؤنج میں داخل ہوئی۔ "چائے!" موہنی نے ایک ادا سے کپ شوہر کی طرف بڑھایا تھا۔ "دلہن! دماغ کہاں ہے تمہارا؟ خالی پیٹ میرے بیٹے کو چائے دے رہی ہو! ارے کھانا لگاؤ، پھر چائے دیتی رہنا!" اماں نے چائے کے مگ کو ہاتھ سے پیچھے کرتے ہوئے کہا تو موہنی کے چہرے کے زاویے بگڑ گئے۔

"اماں چاول دم پر ہیں! کباب تلنے تک یہ چائے پی لیں! کھانا لگا رہی ہوں!" موہنی نے بمشکل ضبط کرتے ہوئے شوہر کو گھوری ڈالی تھی۔ "ہاں ٹھیک ہے! میں تب تک چائے پی لیتا ہوں!" فرحان نے بحث ختم کرنے کے لیے جلدی سے کپ اٹھالیا۔ موہنی سر جھٹک کر مڑی۔

"سلاد اور رائتہ بنا لیا ہے؟ میٹھے میں کیا۔۔۔!!" اماں کو پھر خیال آیا۔ "اماں چھوڑیں ان سب فکروں کو! دو سالوں میں آپ کے بیٹے کو لاڈ اٹھوانے کی عادت نہیں رہی۔" فرحان کے کہنے پر موہنی ایک جھٹکے سے مڑی۔ شوہر پر کٹیلی نگاہ ڈالی اور بڑبڑاتی ہوئی باورچی خانے کی طرف چلی گئی۔

"بہت نخرہ ہے تیری بیوی کا! بھلا تجھے اس میں ایسا کیا نظر آیا تھا، جو تو نے اس کی خاطر اپنے بچپن کی منگیتر کو چھوڑ کر سارے خاندان سے ناراضی مول لے لی۔ شکل و صورت کی اچھی ہے، مگر ایسی پری بھی نہیں کہ بندہ سدھ بدھ ہی کھو دے!"

اماں نے آہستہ آواز میں پوچھا تو فرحان قہقہہ لگا کر ہنس پڑا اور کافی دیر ہی ہنستا رہا، حتیٰ کہ اماں ہی تھک کر نماز کے لیے اٹھ گئیں۔ "اماں! آپ کو کیسے بتاؤں محبت کچھ اور دیکھنے ہی نہیں دیتی اگرچہ بالکل سامنے کی ہی چیز ہو۔" فرحان نے آہستگی سے اپنی آنکھوں میں پھیلی نمی کو صاف کیا تھا۔ بظاہر یہ ہی لگ رہا تھا کہ ہنستے ہنستے اس کی آنکھیں بھیگ گئیں تھیں، مگر آنکھوں کے پھیلے نم میں آنسوؤں کی واضح آمیزش تھی

◆◆◆

"کل رات کا کھانا آپ ہمارے ساتھ کھائیں گے۔" ارم نے جلدی سے کہا تو پاس بیٹھے اس کے شوہر اشفاق نے بھی اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"کھانا تو ساتھ کھا لیا ہے! روز روز تکلّف کی کیا ضرورت ہے۔" فرحان نے ٹھنڈی فرنی کے چند چمچ لینے کے بعد ہاتھ اٹھا کر موہنی کو بس کا اشارہ کیا تو اس نے گھور کر شوہر کی طرف دیکھا مگر فرحان کی توجہ بہن اور بہنوئی کی طرف تھی۔ موہنی جلتی کڑھتی پلٹ گئی۔ "کیا فائدہ اتنی محنت کرنے کا، جب شوہر کی بجائے سسرالی پیٹ بھرتے رہیں!" موہنی نے سب کی بھری ہوئی پیالیوں پر نظر ڈالی تھی۔

"بھائی! آج تو آپ نے اپنی بیگم کے ہاتھ کا کھانا کھایا ہے! بس کل آپ ہماری طرف آ رہے ہیں!" ارم نے ضدی انداز میں کہا۔ "اور اگلے اتوار میری طرف!" دوسرے نمبر والی بہن شازیہ نے بھی جلدی سے اپنا حصہ ڈالا۔ سب بچے خوشی سے اچھلنے لگے۔ "اف!

میں ایک مہینے میں کھا کھا کر موٹا ہو جاؤں گا!" فرحان نے دہائی دی تو سب ہنسنے لگے۔ "ایسا کرتے ہیں کہ ایک پکنک ارینج کرتے ہیں۔ ہم سب صبح کے وقت۔۔" شازیہ کے شوہر علی نے نیا آئیڈیا پیش کیا تو سب ہمہ تن گوش ہو کر اسے سننے لگے۔

"ماموں آئیں کرکٹ کھیلتے ہیں!" فرحان بڑوں کے درمیان سے اٹھ کر باہر لان میں آیا تو بچہ پارٹی نے اسے گھیر لیا۔ "اچھا! تم لوگ بیٹنگ شروع کرو، میں آرہا ہوں!" فرحان نے جلدی سے سگریٹ بجھایا تھا۔ وہ سگریٹ پینے ہی اٹھ کر باہر آیا تھا، مگر بچے بھی پیچھے پیچھے آگئے۔ فرحان کسی کے سامنے سگریٹ نہیں پیتا تھا۔ بچے کرکٹ کھیلنے کی تیاری کرنے لگے۔ "مجھے ایسا لگتا ہے، آپ کے پاس سب کے لیے وقت ہے سوائے میرے!" موہنی نے پاس آکر منہ بسور کر شکوہ کیا۔

فرحان نے گردن گھما کر عصر کے بعد پھیلی ہلکی ہوتی دھوپ میں کھڑی محبوب بیوی کی طرف دیکھا۔

"سب تمہارے لیے ہی تو ہے!" فرحان نے نرمی سے کہا۔ "کیا خاک میرے لیے ہے! ایک ہفتہ ہو گیا ہے تمہیں آئے ہوئے اور ہم نے ڈھنگ سے بات بھی نہیں کی!" موہنی نے چڑ کر کہا۔

"ماموں آجائیں نا!" بچوں نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔ فرحان نے جواباً ہاتھ اٹھا کر آنے کا اشارہ کیا۔"

اف! اب ان کے ساتھ کھیلیں گے!" موہنی نے چڑ کر کہا۔ "ہاں!" فرحان نے اطمینان سے جواب دیا۔ "میں اگر تمہاری مرضی کے مطابق اپنی زندگی گزار سکتا ہوں تو پھر اپنی مرضی سے چند سانسیں کیوں نہیں جی سکتا؟"

فرحان کے سرسری سے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ موہنی کو لگا جیسے وہ جون جولائی کی تپتی دوپہر میں آکھڑی ہوئی ہو۔ فرحان بچوں کی طرف بڑھ گیا۔ موہنی اسے دور جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

"میں ناراض ہوں!" موہنی جو کافی دیر سے بے چینی سے کمرے میں یہاں سے وہاں چکر لگا رہی تھی مگر فرحان کی ساری توجہ تین سالہ حوریہ کی طرف تھی، جو باپ کے ساتھ کھیلنے میں مگن تھی۔ فرحان نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ "باخدا تم کبھی مجھ سے خوش بھی ہو گی!" فرحان کے لہجے میں تڑپ تھی۔ موہنی گہری سانس لے کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ "فرحان! مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے، جیسے تم مجھ سے سچ میں بہت دور جا چکے ہو؟" موہنی کا لہجہ کچھ کھوجتا ہوا تھا۔ "کیا تم یہ سوچ رہی ہو کہ میں کسی اور عورت کے چکر میں ہوں؟" فرحان نے حیرت سے موہنی کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔ موہنی بدستور دیکھتی رہی۔

"اف موہنی! ہر طرح کا شک کر لینا، مگر کسی بھی عورت سے دوبارہ محبت! سوچنا بھی مت!" فرحان نے کانوں کو ہاتھ لگائے تھے۔ "کیوں؟" موہنی نے تعجب سے پوچھا۔

"سیانے سچ کہتے ہیں: عورت کی محبت مٹی کر دیتی ہے!" فرحان نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہاں تو مٹی ہی ہونا ہے نا!" موہنی نے سنگ دلی سے کہا۔ "لیکن مرنے سے پہلے کون مٹی ہونا چاہتا ہے موہنی بیگم!" فرحان ذرا گہری نظروں سے موہنی کو دیکھ رہا تھا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو فرحان! پلیز یہ آنکھ مچولی کا کھیل مت کھیلو!" موہنی نے تنگ آکر کہا۔

"فی الحال تو اپنی بیٹی کے ساتھ ڈھیر سارا وقت گزارنا چاہتا ہوں موہنی! وہ وقت جو تمہاری محبت کی خاطر اس کے معصوم بچپن کی صورت میں گنوا چکا ہوں۔ اب ان چند لمحوں پر تو میرا حق ہے نا!" فرحان نے حوریہ کو گود میں اٹھاتے ہوئے کہا۔

"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں، جیسے آپ کی خودساختہ جلاوطنی کے پیچھے میرا ہاتھ ہے!" موہنی پھٹ پڑی تھی۔

"خودساختہ جلاوطنی!" فرحان نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم اسے خودساختہ جلاوطنی کہتی ہو؟" فرحان حوریہ کو گود میں اٹھائے بستر سے نیچے اترا تھا۔

"خودساختہ جلاوطنی میں، میں نے اپنا گھر، اپنا شہر، اپنا ملک، اپنے والدین، بہن بھائی، عزیز واقارب، اپنی محبت، جان سے پیاری بیٹی، اپنی آزادی، اپنا سکون کیا کیا نہیں چھوڑا موہنی! خودساختہ جلاوطنی کی یہ قیمت کچھ زیادہ نہیں بتا دی تم نے؟"

فرحان نے حوریہ کو موہنی کی گود میں لٹایا اور سائیڈ میز پر سے سگریٹ اور لائٹر اٹھا کر ٹیرس پر چلا گیا۔ جلتے بجھتے ہر سگریٹ کے ساتھ وہ بھی جل بجھ رہا تھا، اس کے وجود کا اڑتا دھواں بہت واضح نظر آرہا تھا۔ موہنی پردے کی اوٹ میں بے چین وجود کو دھواں بن کر اڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور اپنے سگریٹ کے دھوئیں میں فرحان ماضی میں پہنچ گیا تھا۔

موہنی کو پہلی بار فرحان نے گرلز کالج کے گیٹ پر کھڑے دیکھا تھا۔ فرحان ارم کو لینے کالج گیا تھا۔ ارم موہنی سے دو سال جونیئر تھی۔ موہنی کی شوخ فطرت، اور کھلکھلاتی دل کش ہنسی نے فرحان کو اس کا اسیر بنا دیا۔ پھر تو وہ ہر روز ہی ارم کو لینے پہنچ جاتا۔ اس کی بے تاب نگاہیں موہنی کا پیچھا کرتی رہتیں، کبھی ضد کر کے اپنی مرضی کے رنگوں کا برف کا گولا بنواتے ہوئے شور مچاتی، کبھی مکئی کے بھٹے والے کے ساتھ بحث کر کے مرضی کا بھٹا لیتے ہوئے، کبھی کھٹے آلو چنے کی ریڑھی کے پاس کھڑے ہو کر مزے سے آلو چنے کھاتے، غرض فرحان کو وہ ہر حال، ہر ادا میں اچھی لگتی تھی۔

بہت جلد موہنی کو اندازہ ہو گیا کہ یہ اونچا لمبا، شہزادوں جیسا لڑکا صرف اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے آتا ہے! موہنی کا سر فخر سے تن گیا اور وہ محبت کے ساتویں آسمان پر جا بیٹھی۔ فرحان کا چوں کہ یہ پہلا اور آخری تجربہ تھا۔ اس لیے اس نے ادھر ادھر وقت ضائع کرنے کے بجائے موہنی کی رضامندی معلوم کرتے ہی سیدھا اس کے گھر رشتہ بھیج دیا۔

یہ الگ بات ہے کہ موہنی کے گھر رشتہ بھیجنے سے پہلے اس نے اپنے گھر کے محاذ پر سب سے جنگ لڑی تھی کیوں کہ اس کی منگنی خالہ زاد سے طے تھی، مگر فرحان کی پسند جان کر خالہ کی فیملی خود ہی پیچھے ہٹ گئی تھی۔ فرحان نے بمشکل اپنی ماں اور بہنوں کو منایا۔ خاندان کے آدھے لوگ آج بھی ناراض تھے، مگر فرحان کو صرف موہنی کو اپنانے کی تمنا تھی۔ سب کچھ ٹھیک تھا۔ موہنی کے گھر والے بھی فرحان کے رشتے سے خوش تھے مگر عین وقت پر موہنی نے انکار کر دیا اور یہ سن کر فرحان ہکا بکا رہ گیا۔ جب اسے موہنی کے انکار کی وجہ پتا چلی تو وہ سر تھام کر رہ گیا۔

"کیا کوئی اس وجہ سے بھی انکار کرتا ہے؟" فرحان نے موہنی کو کال کی تھی۔

"میرے نزدیک یہ چھوٹی بات نہیں ہے! میں اپنی دوستوں کزنوں کو کیا بتاؤں گی کہ میرا ہونے والا شوہر مرغیوں کا گوشت فروخت کرتا ہے۔" موہنی نے ناگواری سے کہا۔

"اف موہنی! میں مرغی فروشی کا کام نہیں کرتا ہوں۔ ہاں میرے والد اور بھائی سائیڈ بزنس کے طور پہ یہ کام ضرور کرتے ہیں، مگر اس کے علاوہ بھی ہمارے اور بھی سائیڈ بزنس ہیں۔ میں نے تعلیم حاصل کی ہے، میں کوئی جاب ڈھونڈ لوں گا، پلیز! تم پہلے یہ شادی تو ہو جانے دو! پہلے ہی بہت مشکل سے میں نے اپنے گھر والوں کو منایا ہے۔" فرحان نے موہنی کو تفصیل سے بتایا تو موہنی سوچ میں پڑ گئی۔ (جاری ہے)

گل مینہ

آخری قسط

اریلب گل

وہ بے خبری اور بھروسے کے رستے پر چلتی موت سے ملنے بھائی کے پیچھے چل پڑی، اگر باخبر بھی ہوتی تو بھائی کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم ہی کرتی، وہ تو اس کے اٹھتے قدموں پر بھی بسم اللہ پڑھتی تھی، گھر سے نکلتے ہوئے منہ ہی منہ میں دعائیں پڑھ کر پھونکیں مارتی رہتی، شیریں گل ہنستی " شہروز بھائی پر تو دعائیں پڑھ پڑھ کر نہیں پھونکتیں، اپنے بھائی کی نظر ہر وقت اتارتی رہتی ہو۔ "

وہ مسکرا کر دعا ختم کرکے منہ پر ہاتھ پھیرتی اور کہتی " پیاری بھابھی ! شہروز کی سات بہنیں ہیں، اس کے لیے دعائیں کرنے والی میرے لالہ کی تو ایک ہی بہن ہے اسے دعاؤں کی زیادہ ضرورت ہے کیوں کہ اس کے لیے دو ہتھیلیاں ہی اٹھتی ہیں۔ "

وہ بھائی کے ساتھ چل رہی تھی، وہ حجرے کے صحن میں جا کر رک گیا، دل میں اٹھتے ہزاروں وسوسوں کو زبان پر لانے سے پہلے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں، اس کا پیارا لالہ جس کی خوشی کے لیے وہ اپنی جان بھی دے سکتی تھی، اس کی جان کا دشمن بنا اس پر پستول تانے کھڑا تھا۔ " لالہ جی ؟ " اس کے چہرے پر پھیلی بے یقینی سسکی بن کے لبوں سے آزاد ہوئی اس کے سر پر زرد رنگ کی پھول دار اوڑھنی تھی اور اب سرخ وسفید رنگت اور گلابی گالوں والی گل مینہ کا معصوم چہرہ بھی اسی اوڑھنی کا ہم رنگ ہو گیا تھا۔ صحبت خان کی سماعتوں میں اپنے بابا کی آواز گونجنے لگی " میرے بعد اپنی بہن کو میری کمی محسوس نہ ہونے دینا، تم سمجھنا تمہاری دو نہیں تین بیٹیاں ہیں۔ میری بیٹی کو اپنی بیٹی سمجھنا، اس طرح دل اس کے لیے نرم رہے گا۔ " اس نے بے اختیار نفی میں سر ہلا کر خود کو اس عہد سے آزاد کیا اور کسی ماہر نشانے باز کی طرح حیرت سے پھیلی ہوئی دو سبز آنکھوں کے درمیان گل مینہ کی روشن پیشانی کا نشانہ لیا، گل مینہ نے موت کو اتنے قریب دیکھ کر نظر اٹھائی اور آسمان کی طرف دیکھا۔ " میرے اللہ ! گواہ رہنا، میں نے اپنے قاتل اپنے لالہ کو اپنا خون معاف کیا، تم بھی اسے معاف کر دینا۔ " صحبت خان کا ہاتھ اک لمحے کے لیے کانپا، اسے توقع تھی کہ وہ روئے گی، چلائے گی، زندگی کی بھیک مانگے گی، لیکن وہ تو اپنا خون معاف کر رہی تھی۔ " لالہ ! میرا قصور مجھے نہیں معلوم لیکن دعا کرتی ہوں کہ کشمالہ اور گل لالہ کو خدا کبھی بھائی نہ دے۔ " گل مینہ سسکنے لگی کشمالہ اور گل لالہ صحبت خان کی بیٹیاں تھیں۔ اس نے اپنے کانپتے ہاتھوں کی لرزش پر قابو پایا اور گولی چلادی، اس سے گولی کا شکار بنتے ہوئے بھی گل مینہ کے دماغ میں صرف یہ سوال تھا کہ کیوں لالہ کیوں؟ " گولی کی آواز سے سب جاگ چکے تھے، صحبت خان کی بیٹیاں ماں سے پوچھ رہی تھیں کہ کیا ہوا ہے؟

◆◆◆

صحن کے پچھلے حصے میں زمین پر عورت اور مرد کی دو لاشیں پڑی تھیں۔ دونوں الٹے گرے ہوئے تھے۔ عورت کی زرد پھولوں والی اوڑھنی ہوا کے جھونکوں سے اڑتی تو اس کے سنہری بالوں میں گندی مینڈھیاں نظر آنے لگتیں۔

چند ساعتوں میں گھر لوگوں سے بھر گیا تھا، کسی نے پولیس کو فون کیا " کیا ہوا تھا؟ " سب کا سوال ایک ہی تھا " چچا جان میری آنکھ کھلی تو رات کے اس پہر دونوں یہاں چھپے ہوئے تھے۔ اس حالت میں اپنی جوان اور بے غیرت شادی شدہ بہن کو اک غیر مرد کے ساتھ دیکھ کر مجھ سے برداشت نہ ہوا، میں نے بندوق اٹھائی اور دونوں کو مار دیا۔ " وہ رٹے رٹائے جملے سپاٹ لہجے اور لہجے کی طرح ہی بے تاثر انداز میں بول رہا تھا " شاباش میرے بچے ! تم نے غیرت مندی کی ایک اور کہانی رقم کر دی ہے۔ " سب مرد اس کے غیرت مندانہ فعل پر اسے تھپکیاں دے رہے تھے اور گل مینے کی لاش پر تھو تھو بھی کرتے جا رہے تھے، جس نے باپ اور بھائی کے ساتھ شوہر کی عزت کو بھی داغ دار کر دیا تھا، لوگوں کے ہجوم میں بے آواز آنسو بہاتی اس کی بیوی شیریں گل اسے نفرت سے گھور رہی تھی۔ رات کو اپنے نیم تاریک صحن میں وہ دو سائے جاتے ہوئے دیکھ چکی تھی۔ ایک اس کی نازک سی نند اور دوسرے سائے کو تو وہ لاکھوں میں بھی پہچان سکتی تھی، اس کی بیٹیوں کے مہربان باپ کا سایہ تھا، وہ کیسے نہ پہچانتی؟ اسے حیرانی ہوئی کہ اس وقت وہ کیوں بہن کو سوتے میں سے جگا کر حجرے کی طرف لے جا رہا ہے، وہ اٹھ کر پوچھنا چاہتی تھی، لیکن اس کے آخری دن چل رہے تھے اور اٹھنے بیٹھنے میں بہت دقت ہوتی تھی، ابھی وہ اٹھنے کی کوشش ہی کر رہی تھی کہ پیچھے جا کر دیکھ سکے، لیکن اس سے پہلے کہ وہ معاملے کی تہ تک پہنچتی فائر کی آواز اسے بہت کچھ سمجھا گئی، صرف ایک فائر کی آواز سنی تھی اس نے اور لاشیں دو تھیں، اس کی سماعتوں میں گل مینے کی آواز گونج رہی تھی۔ سونے سے کچھ دیر پہلے گل مینہ نے چپکے سے اسے بتایا تھا۔ " بھابی میں نے شہروز کو شہر اس لیے بھیجا ہے کہ پکا اسٹامپ لے آئے بابا کے دیے گئے سو جریب میں نے لالہ کے نام کرنے ہیں۔ میرا لالہ اداس اور پریشان ہو، مجھ سے نہیں دیکھا جاتا، میں نے بھائی کی محبت کے بدلے میں زمین نہیں لینی بس ! مجھے اپنا پہلے والا لالہ چاہیے۔ " شیرین گل بہن کی محبت بھائی کے لیے دیکھ کر ابھی مسکراتے ہوئے نیند کی وادی میں اتری ہی تھی کہ بھائی کی سنگ دلی اسے رلانے لگی، تڑپانے لگی، اس کی شدید خواہش تھی کہ خدا اسے اولاد نرینہ سے نوازے، جب سے وہ امید سے ہوئی تھی، وہ اور گل مینہ اسی خواہش کی تکمیل کے لیے وظیفے کرتیں کہ اس بار اس گھر کو وارث کی خوشی ملے۔ شیرین گل نے چکراتے سر کو جھٹک کر زمین پر اوندھے منہ پڑی اس نازک پریوں جیسی اپنی نند، اپنی بہن، اپنے دکھ سکھ کی شریک، چچا زاد گل مینہ کو دھندلی آنکھوں سے دیکھا اور بے ساختہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے سسکنے لگی، پولیس آ چکی تھی۔ " کون ہے یہ سورما جس نے صحبت خان کی چار دیواری پھلانگنے کی ہمت کی ہے؟ " وردی میں ملبوس شاید وہ ڈی ایس پی تھا جسے صحبت خان کے حجرے میں آئے دن دعوتوں پر بلایا جاتا تھا۔ مرد کی لاش بھی اوندھے منہ پڑی تھی۔ ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر اسے سیدھا کیا، اس کا چہرہ مٹی میں اٹا ہوا تھا۔ پولیس والے نے لاش کا چہرہ دیکھنے کے لیے رومال سے مٹی جھاڑی۔ تیز روشنی میں لاش کا چہرہ دیکھ کر سب کی آنکھیں ملامتی انداز میں صحبت خان کو گھورنے لگیں لاش گل مینہ کے شوہر شہروز خان کی تھی، جس کی واسکٹ کی جیب سے اسٹامپ پیپر جھانک رہا تھا۔

PERVAIZ UMAR ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

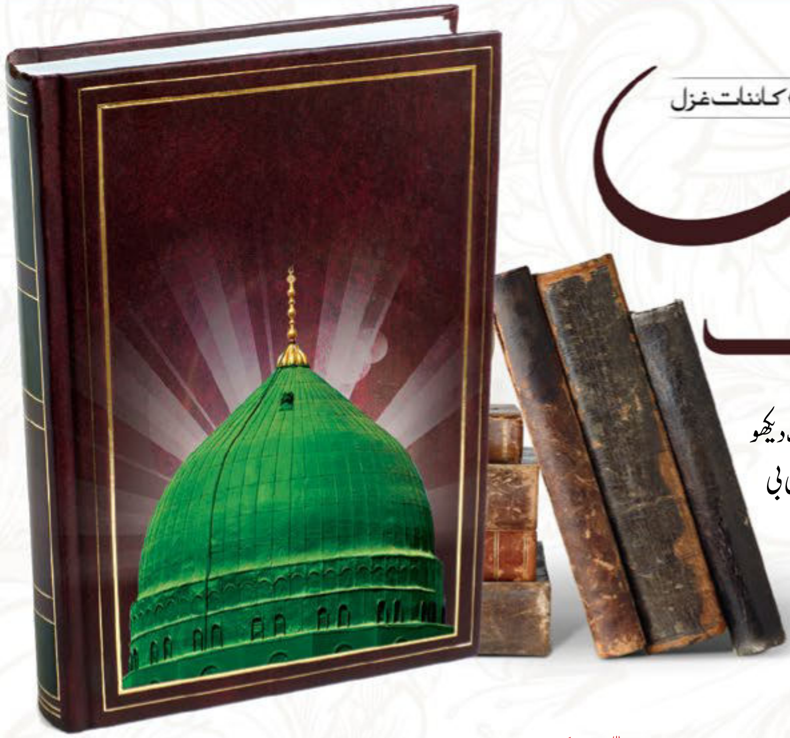

درود شریف کی برکات

کائنات غزل

سویرا۔۔۔ ! خدا کے لیے جان چھوڑ دو، اس موبائل اور ہینڈ فری کی۔۔۔ جب دیکھو کانوں میں لگا کے بیٹھی ہوتی ہو۔۔۔ آوازیں دیتے رہو، لیکن نہیں جی۔۔۔ بی بی جی تو مراقبے میں ہوتی ہیں۔۔۔“

الفت نے سویرا کی ٹھیک ٹھاک کلاس لی تو سویرا بھی شرمندہ سی ہو گئی۔۔۔

”سوری آپی ! ایف ایم پر زبردست پروگرام آ رہا تھا، بس وہی سننے لگی تھی۔۔۔ وقت کا احساس ہی نہیں ہوا۔۔۔ بتایئے کیا کرنا ہے۔۔۔“

”رہنے دو بی بی۔۔۔ تم نے کر لیا کوئی کام اور ہم نے کروا لیا۔۔۔ یہ جڑے ہوئے ہاتھ دیکھو میرے۔۔۔ نہیں کروانا ہم نے کوئی کام تم سے۔۔۔۔“

آج تو لگتا تھا کہ سویرا کے ستارے فل گردش میں ہیں۔۔۔

امی جان بھی سخت غصے میں لگ رہی تھیں۔۔۔

”کوئی مجھے بتائے گا کہ ہوا کیا ہے ؟“

وہ موبائل کو مزید تکیے کے نیچے کرتی بیڈ سے اٹھ گئی۔۔۔ ”جی۔۔۔ جب آپ راضی ہیں سننے کے لیے تو بتائے دیتے ہیں۔۔۔ پرسوں جو لوگ الفت کو دیکھ کر گئے تھے، وہ باقاعدہ رشتہ لے کر آ رہے ہیں۔۔۔ کچھ ہی دیر میں۔۔۔ صبح سے میری معصوم بچی لگی ہے صفائی کرنے میں۔۔۔ اور آپ کی ماں کچن میں۔۔۔ اور آپ۔۔۔ مہربانی کریے ہم پر۔۔۔ بستر پکڑ کر کانوں میں ٹھونسیے روئیاں۔۔۔ اور دعوت دیجیے خدا کے قہر کو۔۔۔“

”اُفف امی اف ! بس بھی کیجیے۔۔ کروا رہی ہے، میری ہیلپ۔۔۔ آپ پلیز جایئے باہر۔۔۔ میں لاتی ہوں اسے۔۔۔“

الفت نے ہی سویرا کی سائیڈ لی اور ماں کو ٹھنڈا کیا۔۔۔ وہ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ چکی تھی۔۔۔ آج واقعی بہت ڈانٹ پڑ گئی تھی۔۔۔

امی جان ہنہ کہتی باہر چلی گئیں۔۔۔

”کیا سن رہی تھیں ؟“

”آپی ! میرا فیورٹ سانگ آ رہا تھا۔۔۔“ وہ نظر جھکا کر بولی۔

”پیاری بہنا۔۔۔ تمھیں معلوم ہے یہ راستہ کون سا راستہ ہے۔۔۔ ؟“

سویرا نظر جھکائے خاموش رہی، الفت نے کہنا شروع کیا: ”بہت خطرناک۔۔۔ بہت ہی بھیانک راستہ ہے یہ۔۔۔ یہ وہ راستہ ہے جس کا انجام دنیا اور آخرت میں خوب واضح نظر آ جاتا ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی صورت میں۔۔۔ دیکھو پیاری بہن تم کل مجھ سے پوچھ رہی تھیں نا کہ ربیع الاول کے مہینے میں ہم گھر میں لائٹنگ کریں؟ کس لیے۔۔۔ ؟ ثواب کے لیے۔۔۔ ؟ یا دل کی خواہش پر؟ مومن کا تو ہر لمحہ ہی ربیع الاول ہے۔۔۔ بات تو سمجھنے کی ہے بس۔۔۔ کیوں نہ میں تمھیں وہ بتاؤں۔۔۔ جس کا اللہ نے حکم فرمایا !

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر، اے ایمان والو ! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔۔۔“ دیکھو اللہ پاک خود فرما رہے ہیں کہ میں بھی درود بھیجتا ہوں پیارے نبی پر تم بھی بھیجو۔۔۔ یہ جو تم رزلٹ پر رو رہی ہوتی ہو۔۔۔ کبھی ٹیلر تمھارے کپڑے خراب کر دیتا ہے۔۔۔ اسی طرح چھوٹی بڑی پریشانیاں رہتی ہیں۔۔۔ یہ سب اللہ کی نافرمانی کی سزا ہوتی ہے۔۔۔ ہینڈ فری لگا کر میوزک سن لیا۔۔۔ اپنے لیے دنیا بھی خراب کی اور جہنم میں جگہ بنا لی۔۔۔ اور وقت تو برباد ہوا ہی۔۔۔ اور اگر درود پاک پڑھنے میں یہ وقت لگاؤ گی تو اللہ کا وعدہ ہے کہ ایک بار درود پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔۔۔ دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔۔۔ جو کثرت سے درود پڑھتا ہے، اللہ پاک اس کے کام بالکل آسانی سے کروا دیتے ہیں۔۔۔ سمجھ آئی بات۔۔۔ ؟“

الفت نے اس کی ناک کھینچی۔۔۔

”جی۔۔۔ جی۔۔۔“

”چلو ! اب فٹافٹ لگو میرے ساتھ۔۔۔ وقت کم اور مقابلہ سخت ہے۔۔۔ ہاں۔۔۔“

دونوں بہنوں نے مل کر بہت جلد ہی تمام کام مکمل کر لیا تھا۔۔۔

مہمانوں کے آنے تک الفت بے بی پنک سوٹ پہن کر آنکھوں میں کاجل لگا کر تیار ہو چکی تھی۔۔۔ مہمان خواتین کے بلانے پر شرمائی شرمائی سی الفت ٹرے لے کر اندر گئی تو سویرا پردے کی اوٹ سے اندر کا جائزہ لینے لگی۔۔۔

الفت کے ذہن کے مطابق اور اچھے گھر کی خواتین بیٹھی تھیں۔۔۔ ان کی کسی بات پر الفت مسکرائی تو جیسے کمرہ روشن ہو گیا۔۔۔

باہر کھڑی سویرا کو آج یہ بات سمجھ آ گئی تھی کہ الفت جو ہر وقت ڈھیرے ڈھیرے درود پڑھتی ہے اسی کی برکت سے اس کے سارے کام بھی آسان ہو جاتے ہیں اور یہ جو ایک خاص نور سا الفت کے گرد رہتا ہے۔ اس کی وجہ بھی درود پاک کی کثرت ہے۔۔۔ ابھی دیر نہیں ہوئی تھی۔۔۔ سویرا نے بھی خود سے عہد کیا، خوب محبت کے ساتھ درود کی کثرت رکھے گی اور اپنے نام کی طرح روشن سویرا بن جائے گی۔۔۔

پوسی کا امتحان

جاوید بسام

فارم ہاؤس کے پاس درختوں، جھاڑیوں اور مٹی کے ٹیلوں کے آس پاس ایک سفید بلی گھوم رہی تھی، اس کا نام پوسی تھا۔ وہ صبح سے بھوکی تھی، اب دوپہر ہو گئی تھی، وہ اِدھر اُدھر دیکھتی اور دُم ہلاتی چلی جا رہی تھی۔ ایک جھاڑی کے پاس اُس نے رک کر کچھ دیر آرام کیا، پھر پتوں پر منہ مارا مگر اُسے تو گوشت پسند تھا۔ وہ آگے بڑھ گئی۔ کچھ دور چل کر پوسی نے دیکھا ایک گڑھے میں برسات کا پانی جمع ہے۔ اس نے چھلانگ لگا کر گڑھے کو پار کرنا چاہا، لیکن پانی میں جا گری، پانی ٹھنڈا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے باہر آئی اور زور سے جھرجھری لے کر چھینٹیں اڑائیں، کچھ دور چل کر اچانک کتے کے بھونکنے کی آواز آئی۔ پوسی فوراً ایک جھاڑی میں چھپ گئی، جب آواز آنی بند ہوئی تو وہ پھر چل دی۔ اچانک اُس نے کسی پرندے کو جھاڑیوں میں اترتے دیکھا، وہ اپنی جگہ ساکت ہو گئی۔ اس کی تیز نظریں پرندے کو تلاش کر رہی تھیں اور مونچھیں پھڑپھڑا رہی تھیں۔ پرندہ پھر اُڑا اور دوسری جھاڑی میں جا اُترا۔ اب پوسی نے اسے اچھی طرح دیکھ لیا تھا وہ خاکی رنگ کا اُلو کا بچہ تھا اسے اچھی طرح اڑنا نہیں آتا تھا۔ پوسی نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اور شکار کے لیے چوکس زمین سے چپکتی ہوئی بچے کی طرف لپکی، جوں ہی وہ بچے کے نزدیک گئی۔ وہ خوشی سے چیخا: ”خالہ! اچھا ہوا آپ مل گئیں میں امی سے بچھڑ گیا ہوں۔“ پوسی نے حیرت سے اسے دیکھا اور منہ کھولے دبوچنے کے لیے آگے بڑھی لیکن اُلو کا بچہ اپنی چونچ سے اس کے منہ پر پیار کرنے لگا، پوسی رُک گئی۔

بچہ کہہ رہا تھا۔ ”آپ میری خالہ ہیں نا! آپ کی آنکھیں بالکل میرے جیسی ہیں، سر پر کان ہیں اور ہمارے منہ بھی ایک جیسے گول ہیں۔ میری امی کہتی ہیں آپ بہت دور ایک باغ میں رہتی ہیں۔“

پوسی نے تعجب سے اس کی بات سنی۔ بچہ پھر بولا ”کیا آپ مجھے امی کے پاس لے چلیں گی؟ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔“

پوسی کہنا چاہتی تھی کہ میں تمہاری خالہ نہیں ہوں مگر نہ کہہ سکی۔ اس نے گردن ہلا کر آنکھیں بند کر لیں۔ ”کیا ہوا خالہ؟“ ”کیا آپ کو نیند آرہی ہے؟ بچے نے پوچھا، ”نہیں مجھے بھوک لگ رہی ہے۔“ پوسی بولی۔

”بھوک تو مجھے بھی لگی ہے۔ خالہ مجھے کچھ کھانے کو دیں نا۔ پوسی نے بے بسی سے اسے دیکھا پھر بولی ”چلو کچھ ڈھونڈتے ہیں۔“ دونوں چل دیے۔ پوسی سوچ رہی تھی، مجھے اسے مار کر پیٹ بھر لینا چاہیے۔ مگر بچے کا معصومیت سے خالہ کہنا اُسے روک رہا تھا۔

کچھ دور چل کر ایک جگہ گیلی مٹی میں کچھ کیڑے رینگتے نظر آئے، پوسی بولی ”لو ان سے اپنا پیٹ بھر لو۔“

بچے نے خوشی سے سر ہلایا اور جلدی جلدی ٹھونگیں مارنے لگا پھر بولا۔ ”آپ بھی کھائیں نا“

”نہیں مجھے اچھے نہیں لگتے۔“ پوسی نے کہا۔

جب بچے کا پیٹ بھر گیا تو وہ آگے بڑھے، تھوڑی دور چل کر پوسی نے پوچھا ”تم کہاں رہتے ہو؟“

”وہاں بہت ساری جھاڑیاں ہیں۔“ اُلو کا بچہ سوچ کر بولا۔

پوسی نے آہ بھری اور سوچنے لگی میں اس کا کیا کروں؟ ”ہاں وہاں بہت سارے درخت بھی ہیں“ بچہ معصومیت سے بولا۔ ”اور ہاں وہاں ٹیلے بھی ہیں۔“

پوسی کو ہنسی آگئی وہ بولی۔ ”میرے بچے یہاں تو ہر طرف یہی چیزیں ہیں۔“

خیر وہ آگے بڑھے اور چلتے چلتے دور نکل گئے۔ کچھ دیر بعد بچہ بولا ”مجھے پھر بھوک لگ رہی ہے۔“

پوسی نے حیرت سے اسے دیکھا اور بولی ”ابھی تو تم نے کیڑے کھائے تھے؟“

”مجھے جلدی جلدی بھوک لگتی ہے۔“ وہ بولا۔

پوسی نے اوپر دیکھا اور دل میں کہنے لگی۔ یا اللہ! یہ تو نے مجھے کس مشکل میں ڈال دیا ہے۔ خیر وہ دونوں چل دیے، کچھ دور انہیں بیر کی ایک جھاڑی نظر آئی۔ پوسی نے اشارہ کیا۔ بچہ پھر کھانے لگا۔ ”خالہ آپ بھی کھائیں بہت مزے کے ہیں۔“

”مجھے بیر بھی پسند نہیں۔“ پوسی کمزور آواز میں بولی۔ اچانک اس نے کسی پرندے کو دور فارم ہاؤس کی دیوار پر بیٹھے دیکھا وہ مادہ الو تھی۔ اس کی نظریں بچے کو اِدھر اُدھر تلاش کر رہی تھیں اور وہ بار بار آوازیں نکال رہی تھی۔ پوسی بولی۔ ”لو تمہاری ماں مل گئی، وہ دیوار پر بیٹھی ہے۔ جاؤ اس کے پاس چلے جاؤ۔“ ”آپ بھی چلیں۔“ بچہ بولا ”نہیں بھئی میں چلتی ہوں۔“ اتنی دیر میں مادہ اُلو نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا۔ وہ تیزی سے اُڑتی ہوئی آئی اور پوسی پر حملہ کیا۔ پوسی سر پر پیر رکھ کر بھاگی اور پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ بچہ اسے آوازیں دیتا رہ گیا۔ مادہ اُلو کچھ دیر تک اس کے پیچھے آئی پھر بچے کے پاس لوٹ گئی۔

بہت دور جا کر پوسی ایک جھاڑی میں چھپ گئی اس کا سانس پھول رہا تھا اور وہ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ جھاڑی میں چھپی رہی، پھر دھیرے دھیرے چلتی باہر آئی تو اس کی نظر کچھ چھیچھڑوں پر پڑی جو فارم ہاؤس آنے والوں نے وہاں پھینکے تھے۔ اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور ان سے اپنا پیٹ بھرنے لگی۔ آخر اس کی نیکی کام آہی گئی تھی۔

وارث میٹرک کے امتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہوا تو رشتے داروں، دوستوں اور خاندان کے لوگوں نے اُسے بہت سے تحائف دیے، جن میں یعقوب چچا کا دیا ہوا طوطا بھی شامل تھا۔ طوطا انسانوں کی طرح بولتا، باتیں کرتا، اس لیے وہ وارث کو بہت اچھا لگتا تھا۔ صرف وارث کو ہی نہیں بلکہ تمام گھر والوں کو وہ پیارا لگتا تھا۔ وارث روزانہ اپنے طوطے کو میٹھی چوری کھلاتا تھا۔ طوطا چوری کھاتے ہوئے کہتا: ''میٹھی چُوری کھاتا ہوں، ہمیشہ سچ بولتا ہوں، سچ سننا پسند کرتا ہوں۔'' یہ جملے طوطے کو وارث کی دادی جان نے سکھائے تھے۔ دادی نے اُسے اور بھی بہت ساری باتیں یاد کروا رکھی تھیں۔ طوطا جب یہ جملے کہتا تو وارث چڑ جاتا تھا۔ ''طوطے! کوئی اور بات کیا کرو، تم یہ کہتے ہو تو مجھے غصہ آنے لگتا ہے۔'' چوں کہ وارث اکثر جھوٹ بولتا تھا، اس لیے اُسے طوطے کے ان جملوں سے چِڑ ہوتی تھی۔

''پیارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: غصہ نہ کرو۔'' طوطے کو یہ حدیث بھی دادی جان نے سکھائی تھی۔

''طوطے---!'' وارث منمناتا اور غصہ دور کر دیتا۔ طوطا اسے نظر انداز کرکے دوبارہ گنگنانے لگتا۔ ''میٹھی چُوری کھاتا ہوں، ہمیشہ سچ بولتا ہوں، سچ سننا پسند کرتا ہوں۔''

''اُفف---!!!'' وارث سر تھام لیتا تھا۔

''میٹھی چُوری کھاتا ہوں، ہمیشہ سچ بولتا ہوں---!'' جب تک چُوری ختم نہ ہوتی تھی طوطے کی رٹ جاری رہتی۔

''ہونہہ---! بڑا آیا سچ بولنے اور سننے والا!'' ایسے موقع پر وارث کو برے برے منہ بنانا خوب آتا تھا۔

''جس کو جو پسند ہو وہ تو اُسی کے گن گاتا ہے، طوطا سچ بولنا پسند کرتا ہے تو سچ کے گن گائے گا۔ تم جھوٹ بولتے ہو تو سچ کو کیوں پسند کرو گے؟'' دادی جان کہتیں۔

''ہونہہ---! جا رہا ہوں میں، آپ اور طوطا سچ کے گن گاتے رہیں۔'' وہ جب تک سر پیٹتے اور پیر پٹختے ہوئے گھر سے نکل نہ جاتا، تب تک طوطے کے جملے اس کا پیچھا کرتے رہتے۔
''میٹھی چُوری کھاتا ہوں، ہمیشہ سچ بولتا ہوں---!''

◆◆◆

''وارث! تم روز اپنے طوطے کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے، کبھی ہمیں بھی تو اپنا وہ طوطا دکھاؤ، جو ہماری طرح بول لیتا ہے۔'' ایک دن وارث نے اپنے طوطے کی تعریفیں کیں تو اس کا دوست ہشام بولا۔ ''ہاں وارث! مجھے بھی تمہارا طوطا دیکھنا ہے۔'' مرسلین نے بھی اشتیاق سے کہا۔

''ہاں ضرور دوستو! آج شام تم سب میرے گھر آجانا، اپنے لاڈلے طوطے سے ملواؤں گا، یقیناً تم اس سے مل کر خوشی محسوس کرو گے۔'' وارث نے بڑی شان سے کہا۔

اگر طوطے نے میرے دوستوں کے سامنے میری باتیں بتانا شروع کر دیں تو مجھے بہت شرمندگی ہوگی۔ وارث کو یہ ڈر تھا۔ ''واہ---! میں پہلی دفعہ بولنے والا طوطا دیکھوں گا۔'' ابرار کی چہکتی آواز سن کر وہ سوچ کے حصار سے باہر آیا۔

◆◆◆

''طوطے! تمہیں دیکھنے کے لیے آج شام میرے کچھ دوست آ رہے ہیں، لہٰذا اپنا وہ نغمہ نہیں سنانا۔ میری بات نہیں مانو گے تو مجھے برا لگے گا اور مجھے دوستوں کے سامنے سُبکی اُٹھانی پڑے گی۔'' چُوری کھلاتے وقت وارث نے طوطے سے کہا۔

''تو اُٹھا لینا، اتنی بھاری تو نہیں ہو گی جو تم نہیں اُٹھا پاؤ گے۔'' طوطے نے شرارتاً کہا۔ ''طوطے! فضول باتیں مت کرو، بس وہی کرنا جو میں کہہ رہا ہوں۔'' وارث چیخ کر بولا۔

''میٹھی چُوری کھاتا ہوں، ہمیشہ سچ بولتا ہوں۔'' طوطے نے کہنا اور وارث کو چڑانا شروع کر دیا۔

''اے طوطے---!'' اُس نے طوطے کو جکڑنا چاہا۔ طوطا پھڑ پھڑا کر پیچھے ہو گیا۔ ''اس معصوم پرندے پر کیوں غصہ کر رہے ہو؟'' دادی جان نے اُسے دیکھ کر کہا۔

''دادی جان! طوطے کو سمجھا دیں، میرے دوستوں کے سامنے میری بے عزتی نہ کروائے۔ مجھے اپنے گھر اور اپنے خاندان کے لیے کچھ بڑی باتیں کرنی پڑیں گی، طوطے نے مجھے درمیان میں ٹوکا تو میں اسے چُوری کبھی نہیں کھلاؤں گا۔'' اُس نے چلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں تو مت کھلانا چُوری---'' طوطے نے اُس کی دھمکی کی ذرا بھی پروا نہیں کی۔

◆◆◆

''واہ! تمہارا گھر کتنا خوبصورت ہے۔'' ابرار نے پورے گھر پر طائرانہ نظریں ڈالتے ہوئے کہا۔ وارث کے دوست اُس کے گھر میں آ چکے تھے۔

''ہاں! میرا گھر بہت خوبصورت ہے اور پتا ہے میرا کمرہ بہت بڑا ہے۔'' وارث نے سفید جھوٹ بولا۔

''جھوٹ مت بولو!'' طوطے نے اُس کے ہاتھوں کے طوطے اُڑا دیے۔ ''چھوٹا سا کمرہ ہے تمہارا!''

اچھا کام

• محمد احمد رضا انصاری

"کیا ہم ٹھیک راستے پر چل رہے ہیں۔؟ بنٹو نے پریشان ہو کر تیسری بار پوچھا تھا" ہاں ،ہاں ! ہم ٹھیک جارہے ہیں۔ بس اب خاموشی سے چلو۔۔ !"بنٹی اس کے مسلسل تیسری بار پوچھنے پر جھنجلاسی گئی تھی۔ بنٹو نے دونوں ہونٹ مضبوطی سے بند کر لیے تھے اور خاموشی سے بنٹی کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔۔

بنٹواور بنٹی گلو گلہری کے بچے تھے۔آج ان کی اسکول سے چھٹی تھی۔ دونوں نے سیر کا پروگرام بنایا۔۔گلو سے اجازت لے کر وہ جنگل کے شمالی علاقے کی طرف چل پڑے۔۔اس طرف ایک خوب صورت پارک بنایا گیا تھا۔ وہ دونوں بہن بھائی پہلی بار پارک میں آرہے تھے ،اس لیے دونوں بہت خوش تھے۔ پہلی بار پارک جانے کی وجہ سے انہیں راستوں کا بھی زیادہ پتا نہیں تھا۔بنٹی نے اپنی دوست سم سم خرگوشنی سے پارک کا راستہ پوچھ لیا تھا۔۔بنٹی اب سم سم کی بتائی نشانیوں کو ذہن میں رکھ کر چل رہی تھی۔۔بنٹواس کے پیچھے کھانے کی بھاری ٹوکری اٹھائے بے حال ہورہا تھا۔ پارک جانے کہاں رہ گیا تھا۔ابھی تک نظر ہی نہیں آیا تھا۔۔جب کافی دیر چلنے کے بعد پارک نظر نہ آیا تو بنٹو نے پوچھ ہی لیا۔"بنٹی ! کیا ہم صحیح راستے پر ہیں، کہیں راستہ بھول تو نہیں گئے؟"

"نہیں بنٹو۔۔ہم بالکل ٹھیک راستے پر ہیں۔ بس تھوڑی دیر بعد پارک کے دروازے پر ہوں گے۔۔" بنٹی نے چلتے چلتے جواب دیا

کچھ دیر بعد بنٹو نے پھر پوچھ بیٹھا۔۔ لیکن بنٹی نے اسے امید دلائی، وہ بہت جلد پہنچ جائیں گے۔۔
پندرہ بیس منٹ بعد بنٹو نے تیسری دفعہ پھر وہی سوال اٹھایا۔۔بنٹی اب غصہ ہو گئی اور اس نے بنٹو کو ڈانٹ دیا۔۔ لیکن تھوڑی دور چلنے کے بعد بنٹی بھی پریشان ہونے لگی۔۔ جنگل مزید گھنا ہوتا جارہا تھا۔ وہ واقعی راستہ بھول گئی تھی ۔۔ گھنے درختوں کی وجہ سے روشنی بھی کم ہونے لگی تھی۔۔ دونوں ایک درخت کے نیچے تھک ہار کر بیٹھ گئے۔۔

اب کیا کیا جائے۔۔؟ بنٹو نے کہا: "واپس چلتے ہیں۔۔اگلی بار امی کو ساتھ لائیں گے تاکہ ہم راستہ نہ بھٹکیں۔۔"بنٹی اداس ہو گئی تھی۔۔

"جنگل والوں کو راستوں کی نشان دہی کے لیے بورڈ لگانے چاہییں تاکہ ہم جیسے لوگ راستہ نہ بھولیں۔۔" بنٹو نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ہاں۔۔ بالکل صحیح کہا۔ لیکن کوئی بھی اس طرف توجہ نہیں دیتا۔؟بنٹی نے افسردہ ہو کر اپنا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں ڈال دیا تھا۔ "دوسرے اگر اس بات پر توجہ نہیں دیتے تو ہمیں خود یہ کام کرلینا چاہیے۔" بنٹو بولا

بات تو ٹھیک کہی۔۔ ہم اپنے پڑوسیوں کی مدد بھی لے سکتے ہیں۔۔"بنٹی سر اٹھا کر بولی۔۔

بنٹو نے کھانے کی ٹوکری کھولی اور شہد سے بنا کیک اور اخروٹ کا حلوہ پلیٹوں میں نکالا۔۔دونوں نے مزے سے کھانا کھایا اور شام ہونے سے پہلے اپنے گھر لوٹ آئے۔۔ پارک نہ جانے کا ہلکا سادکھ ان کے ہمراہ گھر تک چلا آیا تھا۔

دوسرے ہفتے بنٹی بنٹو اور ان کے چند دوستوں نے لکڑی کے کئی بورڈ بنائے۔۔ان پر مختلف جگہوں کے نام اور فاصلہ لکھا اور انہیں ان جگہوں پر لگا دیا۔۔

اب سبھی کو آنے جانے میں آسانی ہو گئی اور وہ راستہ بھولنے سے بچ گئے تھے۔انہوں نے اس اچھے کام پر بنٹی اور بنٹو کی تعریف کی اور گلو گلہری نے ان کے کارنامے پر پورے دو درجن اخروٹ کا حلوہ ان کے لیے بنایا۔اور اگلی چھٹی پر گلو انہیں پارک لے کر گئی جہاں جا کر دونوں بہن بھائی نے خوب مزے کیے۔

"ہاہاہا!"اُس کے دوست ہنس پڑے۔ "چپ رہو۔"وارث نے طوطے کو گھورا۔

"تمہارا طوطا تو کمال کا ہے۔"مرسلین نے تعریف کی۔ "بالکل ! یہ طوطا میرے ماموں کینیڈا سے لائے تھے میرے لیے !"اُس نے ایک اور جھوٹ کہا۔

"جھوٹ نہ بولو ! مجھے یعقوب چاچا نے تمہیں دیا تھا !"طوطے نے اُس کا ایک اور جھوٹ پکڑا۔

"ہاہاہا !"اس بار ہنسی زیادہ زوردار اور طنزیہ تھی۔

"یارو ! میرے طوطے کو جھوٹ بولنے کی بڑی عادت ہے۔"ایک اور جھوٹ بولتے ہوئے اُس کی زبان ذراسی بھی نہیں لڑکھڑائی تھی۔

"کیا؟"طوطے سے برداشت نہ ہوا۔ "جھوٹ تم بولتے ہو یا میں؟ جھوٹے انسان !۔"

"واہ ! تمہارا طوطا بہت اچھی اردو بول لیتا ہے، اُسے یہ سب کس نے سکھایا ہے؟"ابرار چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ سجا کر بولا۔

"میں۔۔میں۔۔نن۔۔"اتناسب ہونے کے باوجود بھی ایک اور جھوٹ اُس کے منہ سے نکلنے لگا تھا۔

"میں نے یہ سب دادی جان سے سیکھا ہے۔"طوطے نے بتا دیا۔

"میٹھی چُوری کھاتا ہوں، ہمیشہ سچ بولتا ہوں۔۔۔ !"طوطا جھوم جھوم کر گانے لگا۔ وارث کے دوست یہ سن کر تالیاں بجانے لگے تھے۔ وارث نے ناراض سی نظریں ہر ایک پر ڈالیں۔

دوستوں نے اُس کو ناراض دیکھ کر تالیاں بجانا بند کر دیں۔

"ہمیں اب چلنا چاہیے۔"ہشام نے کہا اور وہ رُخصت ہو گئے۔

"تم نے میرے دوستوں کے سامنے میری بے عزتی کروا کر بہت برا کیا ہے !"وارث رونے کے قریب تھا۔

"اور دادی جان ! مجھے آپ سے یہ اُمید نہیں تھی۔"اُس نے دادی جان کو شکایتی نظروں سے دیکھا، دادی جان اسے سمجھانے لگیں:

"میں اور تمھارا طوطا تمہیں دوزخ کے ایندھن بننے سے بچانا چاہتے ہیں، کیوں کہ جھوٹ بولنے والا جہنمی ہے۔ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہے۔ہم تمہاری اصلاح کرنا چاہتے ہیں مگر تم ہم پر ہی بگڑنے لگتے ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "چار (خامیاں) جس شخص میں ہوں وہ منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک صفت ہو، اس میں نفاق کا ایک حصہ ہے۔جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، جب عہد و پیمان باندھے تو اُسے توڑ دے اور جب کوئی جھگڑا وغیرہ ہو جائے تو گالی گلوچ پر اُتر آئے۔"(سنن ابی داوٗد)

دادی جان نے یہ حدیث سنائی تو وارث کا سر شرم سے جھک گیا۔اُس نے عہد کرتے ہوئے کہا۔ "اب میں کبھی بھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میرا یہ پکا وعدہ ہے !"اور میں جان گیا ہوں کہ مجھ میں

وارث کو اب اُس کا یہ نغمہ ذرا بھی برا نہیں لگ رہا تھا بلکہ وہ بھی لہک لہک کر کہنے لگا۔ "میٹھی چُوری کھاتا ہوں۔۔۔ !"

"یااللہ ! تیرا بڑا کرم ہے تو نے میرے لعل کو جہنم کا ایندھن بننے سے بچالیا اور اُس کی جھوٹ بولنے والی عادت چھڑوا دی۔"دادی جان مسکراتے ہوئے اللہ کا شکرادا کرنے لگیں۔

گھر میں سب کو یہ بات پتا چلی تو سبھی بہت خوش ہوئے ۔امی جان طوطے سے کہنے لگیں:

"پیارے طوطے ! تم میرے بیٹے کے اُستاد ہو اس کی اصلاح ہمیشہ کرتے رہنا۔"

"ہاں ! میں وارث کا اُستاد ہوں۔"طوطے کی اس بات نے سبھی کو ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

گلہری کی چُر، چُر، چُر

ڈاکٹر الماس روحی

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ ایک خوب صورت اور گھنا جنگل تھا۔ جہاں ہر طرف خاموشی اور سکون تھا۔ یہاں ایک بہت بڑا اور دور تک پھیلا ہوا گھنا درخت تھا۔ جس کی آڑھی ترچھی شاخوں پر طرح طرح کے چرند پرند آباد تھے۔ مینا، کوئل، کوا، فاختہ، تیتر اور بٹیر سب ہی مل جل کر رہتے تھے اور بہت ساری ننّھی ننّھی رنگ برنگی چڑیاں جو صبح سویرے چہچہاتی تھیں، سب پرندوں کو پیاری تھیں۔ اس درخت کے موٹے اور چوڑے سے تنے میں سوراخ بنا کر ایک گلہری بھی رہتی تھی، جو بہت پھرتیلی تھی۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتی رہتی تھی۔ چُر چُر کرتی ادھر دوڑتی تو کبھی اُدھر دوڑتی۔ ہر وقت درختوں پر چڑھتی اور اترتی رہتی تھی۔ کبھی کبھی دو پیروں پر کھڑی بھی ہو جاتی کبھی ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگ لگاتی اور کبھی چھالیہ کترتی۔ ننّھی چڑیوں کو اس درخت سے بہت ڈر لگتا تھا، اس کے قریب آنے پر پھُر سے اڑ جاتیں۔ اس کا جسم ذرا لمبا اور پتلا تھا۔ اس کا رنگ خاکستری تھا۔ اُس کے کان چھوٹے چھوٹے تھے۔ اس کی کمر کی کھال پر تین سفید پٹیاں تھیں۔ اس کی آنکھیں چمک دار بڑی بڑی اور گول تھیں۔ اس کا قد چوہے جیسا تھا۔ وہ چوہے جتنی بڑی تھی۔ وہ کچھ کچھ چوہے جیسی ہی لگتی تھی۔ اس لیے بی فاختہ اکثر کہتی تھیں ”یہ چوہے کی چاچی ہے۔“ اس کے دانت بہت مضبوط اور تیز تھے۔ وہ اکثر اپنے دانت لکڑی سے رگڑ کر تیز کرتی تھی، پھر خوراک کھاتی تھی۔ وہ کبھی کبھی اپنے دانتوں کو پیستی تھی، جیسے غصہ میں ہو۔ وہ خشک پھل، پھول درختوں کی چھال جڑیں اور کیڑے مکوڑے مزے سے کھاتی تھی۔ اسے چھالیہ کھاتا دیکھ کر کوئل بھی کہتی ”یہ چوہے کی چاچی ہو نہ ہو خرگوش کی خالہ ضرور ہے۔“ اس کی دم لمبی اور گھنی تھی۔ اس میں کانٹے سے تھے، اس کی دُم کے سخت بال تھے۔ وہ اپنی دُم سے بڑے بڑے کام لیتی، اس کی مدد سے چھلانگ لگاتی تھی۔ اپنی دُم سے اپنے بیٹھنے کی جگہ صاف کرتی تھی۔ جب تیز دھوپ ہوتی تو وہ اپنی دم کو سر پر رکھ کر سایہ حاصل کرتی تھی۔ اسی دُم سے اسے ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگ لگاتا دیکھ کر کوّا حیرت سے کہتا ”یہ نہ چوہے کی چاچی ہے اور نہ خرگوش کی خالہ ہے یہ تو بندر کی پھوپھی ہے۔“

دیکھتے دیکھتے اس درخت کے سارے پرندوں نے بی گلہری سے دوستی کر لی تھی، لیکن ننّھی منّی چڑیاں اب بھی اُسے آتا دیکھ کر پھُر سے اُڑ جاتی تھیں۔ ایک روز ننّھی چڑیوں نے بہت سا دانہ زمین پر پڑا دیکھا، وہ جیسے زمین پر اڑتی ہوئی آئیں، چڑی مار (شکاری) نے جال کھینچ لیا۔ چوں چوں چوں کے شور سے جنگل کے سارے پرندے پریشان ہو گئے۔ کوّے نے جا کر گلہری سے کہا کہ ”ہماری ننّھی منّی چڑیوں پر آفت آگئی ہے۔ شکاری نے جال ڈال کر انہیں قید کر دیا ہے۔“ گلہری نے جو سنا فوراً اس جگہ پہنچی اور اپنے باریک اور تیز دانتوں سے سارا جال کتر دیا چڑیاں پھُر سے اُڑ کر درخت پر جا بیٹھی اور سب نے گلہری کا شکریہ ادا کیا اور پھر اس سے دوستی کر لی۔ اب وہ اس سے نہیں ڈرتی تھیں۔ کسی نے کہا کہ ”دوست وہ جو مصیبت کے وقت کام آئے۔“

لغات

خاکستری: مٹی کا رنگ

آفت: مشکل مصیبت

پینگوئن

فوزیہ خلیل

آج مس اسما اپنی جماعت کی طالبات کے ساتھ پکنک منانے آئی ہوئی تھیں۔ بچیوں کو بہت مزہ آرہا تھا۔ موسم بھی بہت اچھا تھا۔ سب جھیل کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے، کوئی چپس لے کر بیٹھا تھا، کسی کے ہاتھ میں مونگ پھلیاں تھیں تو کسی کے ہاتھ میں چاکلیٹ۔ ”کتنا مزہ آرہا ہے نا! مگر مجھے سردی لگنے لگی ہے۔“ مسفرہ کہہ رہی تھی۔

”ارے تم کو یہاں سردی لگ رہی ہے، کبھی انٹارکٹیکا کے بارے میں سنا ہے۔“ سارہ فوراً بولی۔

”انٹارکٹیکا۔۔۔ یہ کیا ہے؟“

”یہ ایک بہت ہی برفیلا علاقہ ہے۔ ہر طرف بس برف ہی برف۔“ سارہ نے بتایا۔

”اوہ! وہاں زندگی کس قدر دشوار ہوگی نا! کوئی چرند پرند نہیں ہوگا۔“ مسفرہ نے جلدی سے کہا۔

”نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ پینگوئن کا نام تو سنا ہوگا۔ اس کا اصل وطن انٹارکٹیکا ہے۔ بے شک یہاں زندگی گزارنا بہت مشکل ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو وہیں پیدا کیا ہے۔ یہ وہاں غول کی صورت میں اکٹھے رہتے ہیں۔“ سارہ نے کہا۔

سارہ اور مسفرہ کی گفتگو سن کر مس اسما بھی وہیں بیٹھ گئیں۔ ”ہاں بھئی پینگوئن کے بارے میں اور کس کو معلوم ہے؟“ مس اسما نے پوچھا۔

”میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا جنوبی کرّہ اس کا مسکن ہے۔ یہ ایک بہترین تیراک ہوتا ہے۔“ فریحہ بولی۔

”مس، ایک بات آج تک سمجھ نہیں آئی۔ کیا پینگوئن ایک آبی پرندہ ہے؟“ خدیجہ نے دریافت کیا۔

”یہ صرف نام کا ہی پرندہ ہے۔ پروں کی جگہ اس کے ہاتھ ہوتے ہیں جو اسے آگے بڑھنے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ زیادہ تر سمندر کے کنارے رہتا ہے۔ یہ تیراکی میں ماہر ہوتا ہے۔ ایک گھنٹے میں پندرہ میل کا فاصلہ طے کرلیتا ہے۔“ مس اسما بولیں۔

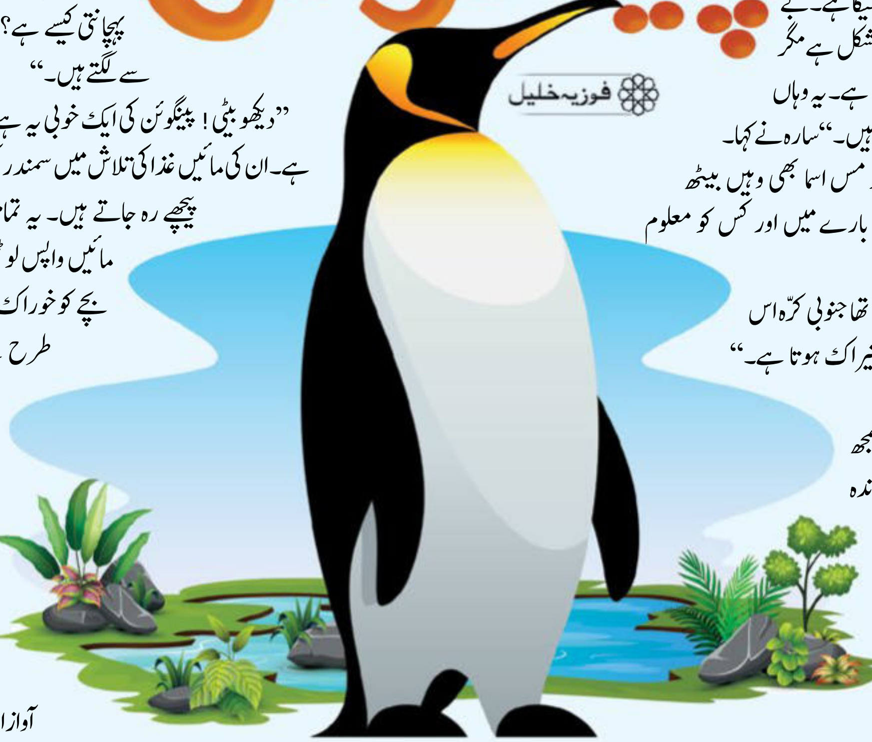

”اس کا مطلب ہے یہ خشکی پر نہیں چل سکتا۔“ یہ سُمیّہ کا سوال تھا۔

”نہیں سُمیّہ بیٹی۔ ایسا نہیں ہے، اگرچہ پانی کے مقابلے میں یہ زمین پر سست چلتا ہے۔ لیکن جب چلنے پر آتا ہے تو اچھا بھلا دوڑ بھی لیتا ہے، لیکن پانی میں یہ خوب خوش رہتا ہے اور یہ غوطہ خور بھی ہے، یہ سمندر میں ہزار فٹ کی گہرائی تک بھی چلا جاتا ہے۔“ مس اسما بولیں۔ ”غوطہ خور ہونے کا مطلب کیا ہوا؟“ عافیہ نے پوچھا۔

”غوطہ خور یعنی غوطے لگانے کا مطلب ہے، یہ آبدوز کی مانند پانی کے اندر ہی اندر تیر بھی سکتا ہے، لیکن بہرحال! سانس لینے کے لیے اسے اپنے بازوؤں کے بل اوپر آنا پڑتا ہے۔ پھر یہ نیچے واپس چلا جاتا ہے۔“

”یہ کتنا خوب صورت لگتا ہے نا!! مجھے پینگوئن بہت ہی پسند ہے، میں نے سنا ہے دوسرے پرندوں کی نسبت اس کی عمر لمبی ہوتی ہے یعنی تقریباً 20 سال۔“ راضیہ بولی۔

”ہاں راضیہ بیٹی۔ یہ بہت خوب صورت لگتا ہے مگر انسان ماحول دوست نہیں ہے، آلودگی پھیلاتا ہے۔ اس وجہ سے پینگوئن کی زندگی اور صحت کو خطرہ ہے۔ اگر ہم انسانوں نے خیال نہ رکھا تو اس کی نسل ختم ہونے کا امکان ہے۔“

”اوہ! یہ تو بہت ہی افسوس کی بات ہے۔“ راضیہ نے دکھ سے کہا۔

کھانے کا وقت ہوچکا تھا۔ کچھ بچیوں نے چادریں بچھائیں پھر اُن پر دستر خوان بچھا کر پلیٹیں رکھی جانے لگیں۔ جھیل کے کنارے بیٹھ کر گرم گرم بریانی کھانے کا اپنا ہی مزہ تھا۔

”مس! پینگوئن اپنے بچوں کو غذا کس طرح دیتی ہے۔“ کھاتے کھاتے اچانک حرا کو خیال آیا۔

مس اسما مسکرائیں، اُس کی طرف دیکھا۔ اس سے قبل کہ وہ کوئی جواب دیتیں، ودیعہ بولی: ”اس سے بھی زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو پہچانتی کیسے ہے؟ سارے پینگوئن بچے بالکل ایک سے لگتے ہیں۔“

”دیکھو بیٹی! پینگوئن کی ایک خوبی یہ ہے کہ اپنے بچوں کو فوراً پہچان لیتی ہے۔ ان کی مائیں غذا کی تلاش میں سمندر کی جانب چلی جاتی ہیں۔ تمام بچے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ یہ تمام بچے اکٹھے ہوتے ہیں اور جب مائیں واپس لوٹتی ہیں تو ہر ماں صرف اپنے ہی بچے کو خوراک دیتی ہے۔ یہ اپنے بچوں کو اچھی طرح سے پہچان لیتی ہے۔“ مس اسما نے وضاحت کی تو طالبات بہت حیران ہوئیں۔

”یہ کیسے ممکن ہے؟ مادہ پینگوئن اپنے بچوں کو کیسے پہچان لیتی ہے، سارے بچے ایک ہی سے ہوتے ہیں۔“ مسفرہ بولی: ”ماں اپنے بچے کو اُس کی آواز اور مخصوص بو سے پہچانتی ہے۔ یہ سب قدرت کے کام ہیں۔“

”اور نر پینگوئن اس کا کیا کام ہوتا ہے۔“

”جب مادہ پینگوئن انڈے دیتی ہے تو نر پینگوئن ان انڈوں کو فوراً آکر ڈھانکتا ہے۔ انڈوں کو گرمی پہنچاتا ہے جو کہ بچے نکلنے کے لیے ضروری ہے۔ ذرا سوچو! انٹارکٹیکا کی سخت سردی۔ تیز برفیلی ہوا۔ اس میں پینگوئن باپ اپنے انڈوں پر مسلسل بیٹھتا ہے۔ یہاں تک کہ ننھے منے بچے نکل آتے ہیں۔“

طالبات پینگوئن کی کہانی بہت شوق سے سن رہی تھیں۔

”بھئی! پینگوئن کی کہانی تو بڑی دل چسپ رہی۔“ فارعہ نے ہنس کر کہا۔

”لیکن فارعہ یہ کہانی نہیں ہے۔ یہ تو حقائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں ہیں۔ ان میں ہم سب کے لیے سبق ہے۔ کاش! ہم سمجھیں۔“

”بے شک۔“

”بے شک۔“ بچیوں کی آوازیں اُبھریں۔

”جزاک اللہ مس!“

بس آچکی تھی۔ طالبات بھاگ بھاگ کر بس میں بیٹھنے لگیں۔

ٹن ٹن ٹن۔۔وقفہ ختم ہونے کا گھنٹہ بج چکا تھا۔بچے بھاگ بھاگ کر اپنی جماعت کی جانب جا رہے تھے۔دیکھتے ہی دیکھتے کھیل کا میدان خالی ہو گیا۔۔اور سب بچے اپنی اپنی جماعت میں پہنچ چکے تھے۔پانچویں جماعت میں خوب شور وغل تھا۔ابھی استاد صاحب کمرہ جماعت میں نہیں آئے تھے۔کچھ بچے ایک دوسرے کو لطیفے سنانے میں مصروف تھے،جب کہ کچھ گانے بھی گا رہے تھے۔اسی اثنا میں سر طلحہ جماعت میں داخل ہوئے۔ایک دم کمرے میں خاموشی طاری ہو گئی۔سر طلحہ اسلامیات پڑھاتے تھے اور کمرہ جماعت میں داخل ہوتے وقت ان کے کانوں میں گانوں کی آواز پہنچی تھی،جو انھیں بہت ناگوار لگی تھی۔سر طلحہ نے بچوں سے کہا:

"آج ہم پڑھائی بعد میں کریں گے،پہلے سب بچے مجھے ہاتھ کھڑا کر کے بتائیں کہ نماز کون کون پڑھتا ہے؟سب بچے شرمندہ سے ہو گئے۔جماعت میں صرف چھ سے سات بچے ایسے تھے۔ جنہوں نے ہاتھ کھڑا کیا تھا۔سر حیران رہ گئے۔"

سر نے باری باری بچوں سے وجہ پوچھی کہ وہ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟سب بچوں نے کچھ نہ کچھ جواز پیش کیا۔یہ سب سن کر سر غم زدہ ہو گئے،کیوں کہ سب کے جواز بے معنی اور بس صرف بہانہ تھے۔

پھر سر طلحہ جماعت کے بچوں سے مخاطب ہوئے"ایک دفعہ پیارے نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟آپ ﷺ نے فرمایا:"وقت پر نماز پڑھنا"(مشکوۃ شریف)

تمام بچے سر کی باتیں انہماک سے سن رہے تھے۔محمد نے سر سے کہا:"سر!میں نماز تو پڑھتا ہوں،لیکن وقت پر نہیں اور جب نماز پڑھتا ہوں تو میرے دل ودماغ میں بار بار کھیل کی سوچ آتی ہے کہ جلدی سے فارغ ہو جاؤں اور جا کر کھیلوں۔"سر نے محمد کو سمجھایا کہ اگر آپ جان بوجھ کر وسوسے لاتے ہیں اور اپنی توجہ کھیل کی طرف رکھتے ہیں تو یہ گناہ ہے،اگر بے دھیانی میں خود بخود کوئی وسوسہ آ جاتا ہے،توجہ ہٹ جاتی ہے تو معاف ہے۔"

حارث نے سوال کیا:"سر!توجہ کیسے رکھی جائے؟"سر نے بتایا کوشش کریں کہ نماز معنی کے ساتھ یاد کریں اور پھر توجہ اس پر رکھیں تو دل نماز میں لگ جائے گا،کیوں کہ نماز تو ہر حالت میں پڑھنا ہو گی،خواہ دل لگے یا نہ لگے۔"

بچو!آج آپ کو ایک دل چسپ بات بتانے جا رہا ہوں کہ اللہ تعالی نے سورۃ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان میں آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے۔الحمد للہ سے نستعین تک اور اھدنا الصراط سے لے کر ولا الضالین تک۔پہلے حصے میں ہم اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں اور دوسرے حصے میں ہم اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہیں۔اللہ تعالی ہم پر اپنا فضل کرتے ہیں اور ہماری دعائیں سنتے ہیں۔بچے بہت شوق سے سر کی باتیں سن رہے تھے اور ان کو سمجھ بھی آ رہی تھی۔

"زین کہنے لگا:سر!میں روزانہ سوچتا ہوں کہ نماز ادا کروں گا،لیکن پھر سستی کر دیتا ہوں۔"سر نے زین کو سمجھایا کہ شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے،وہ ہمیں بہکاتا ہے۔اس نے تکبر کیا،خود بھی ذلیل ہوا اہمیں بھی اسی مقام پر پہنچانا چاہتا ہے،وہ اپنی پوری کوشش میں لگا رہتا ہے کہ انسان کو نماز سے ہٹا دے،تاکہ اللہ اور بندے کا تعلق مضبوط نہ ہو۔تو پیارے بچو ہم اللہ تعالی سے پناہ مانگتے ہیں شیطان کے ہتھکنڈوں اور اس کے وسوسوں سے بچالیں اور نفس کے شر سے بھی پناہ مانگنی چاہیے۔اسی میں ہماری بھلائی ہے۔"ابراہیم نے اچانک سے سسکیاں بھرتے ہوئے سر سے کہا کہ "سر!میں نماز نہیں ادا کرتا،میری امی بار بار مجھے نماز ادا کرنے کا کہتی ہیں اور میں بہانہ بنا کر ادھر ادھر نکل جاتا ہوں۔"

سر نے اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے حدیث مبارکہ سنائی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے نماز اس کے لیے قیامت کے روز روشنی کا سبب،ایمان کی دلیل،اور نجات کا باعث ہو گی اور جس نے نماز کی پابندی نہیں کی،اس کے لیے نہ تو روشنی کا سامان ہو گا نہ ایمان کی دلیل۔نہ ہی نجات کا باعث اور وہ قیامت کے دن فرعون و قارون اور ہامان وابی ابن خلف کے ساتھ جہنم میں ہو گا۔"

"پیارے بچو!نماز نور ہے۔اور نماز کو اول وقت میں ادا کرنا چاہیے!اللہ تعالی کی بات مان لیں گے تو جنت ہے،ورنہ دوزخ ہے۔فیصلہ آپ کو کرنا ہے،دنیا میں نماز کی حالت میں اللہ تعالی کے آگے کھڑا ہونا ہے یا آخرت میں اپنے برے اعمال کے ساتھ اللہ تعالی کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔میرا فرض تھا آپ کو سمجھانا،عقل مند وہ ہے جو نصیحت پر عمل کرے اور نماز قائم کرنا تو ہمارے اللہ تعالی کا حکم ہے۔"سب بچوں نے یک آواز ہو کر کہا:"سر ان شاء اللہ تعالی آج سے ہم پانچ وقت کی نماز ادا کریں گے۔"

نماز کی پابندی

نعمانہ اکرام

بچوں کے فن پارے

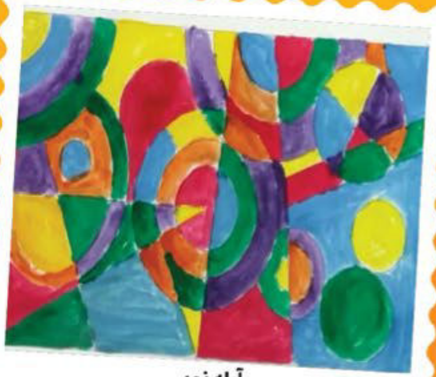

آپلہ نور
دہم البدر گرلز سیکنڈری اسکول ،کراچی

ابریش فاطمہ
ہشتم، اقراء حفاظ گرلز اسکول ، کراچی

مریم سمیع
سات سال، تھری، دار ارقم ،کراچی

عویمر علی
8سال گریڈ ون ، ایو سینا اسکول، کراچی

بریرہ ایاز
کے جی ون ۔5 سال روضۃ السلام ، کراچی

سفیان بن عبد الباسط
6 سال، کراچی

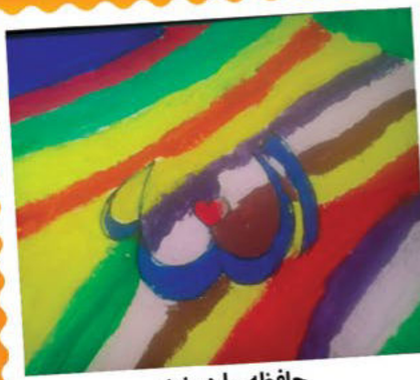

حافظہ سارہ جنید
نو سال ,اعدادیہ معہد الخلیل الاسلامی، کراچی

پیارے بچو!

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے: "اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے, جس کو ساری مخلوق کے نام بتا دیے ہیں، پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا، وہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر درود بھیجا ہے۔"

پیارے بچو! آپ نے حدیث پڑھی۔ کتنی بڑی خوش نصیبی ہے نا! کہ ہم یہاں اپنے گھر میں بیٹھ کر درود شریف پڑھیں اور فرشتہ ہمارے پیارے نبی ﷺ تک ہمارے نام کے ساتھ درود شریف پہنچائے۔ اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے یہ ربیع الاول کا مہینا ہے، ربیع الاول کے مہینے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش بھی ہوئی اور حضور کا وصال بھی۔ آپ سب یہ بھی جانتے ہیں کہ جس شخصیت سے محبت ہوتی ہے، اس کو یاد کیا جاتا ہے۔ اور اس جیسا بننے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ویسے تو پورے سال ہی ہمیں درود شریف پڑھنا چاہیے، جمعے کے روز زیادہ اہتمام کرنا چاہیے اور اس مہینے یعنی ربیع الاول میں اور بھی زیادہ بلکہ بہت ہی زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کے ساتھ یہ اہتمام بھی کرنا چاہیے کہ ہم اس مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ سنتیں اپنی زندگی میں لائیں۔ ان پر عمل کریں۔ نبی ﷺ سے محبت اپنے عمل سے ظاہر کریں۔

کرتے ہیں نا پیارے بچے وعدہ۔۔

ماہنامہ فہم دین نومبر 2020ء کے سوالات

سوال نمبر 1۔ امام مالک کے پاس یحیٰی بن یحیٰی بیٹھے تھے تو مسجد نبوی کے باہر کیا آیا تھا؟

سوال نمبر 2۔ عالیہ سے کیا گر کے ٹوٹا تھا؟

سوال نمبر 3۔ جگنوؤں نے شکاری سے بچنے کے لیے کیا مشورہ دیا؟

سوال نمبر 4۔ بارش میں ٹیٹو کہاں چھپا؟

سوال نمبر 5۔ حماد نے کلاس میں کیا تقسیم کیا تھا۔۔؟

جولائی 2020ء کے سوالات کے جوابات

جواب نمبر 1: حسان میاں کے اسکول کے چوکی دار

جواب نمبر 2: چاند رات میں دوستوں کے ساتھ گھومنے پھرنے کے لیے۔۔۔

جواب نمبر 3: بہنوں کو ورثہ نہ دینے کی وجہ سے۔۔۔

جواب نمبر 4: چوری کی بجلی کی وجہ اور قبر کی گرمی کے خوف سے

جواب نمبر 5: مسجد معاویہ

جولائی 2020ء کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

- انعام الرحمٰن کراچی
- منصور احمد خان پور
- عبد الرشید کراچی

ان تینوں میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہ نامہ فہم دین مبارک ہو

پیارے بچو!

- انعامی سوالات کے جوابات یا اپنے فن پارے آپ ڈاک سے بھی بھیج سکتے ہیں، ای میل بھی کر سکتے ہیں اور دیے گئے نمبر پر وٹس ایپ بھی کر سکتے ہیں۔
- سوالات کے جوابات ہوں، یا پیارا سا فن پارہ اس پر اپنا نام، عمر، پتا، کلاس، اسکول / مدرسے کا نام اور رابطے کے لیے فون نمبر ضرور لکھیں۔
- اس صفحے پر پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات تین شمارے چھوڑ کر چوتھے شمارے میں شائع کیے جاتے ہیں۔

وٹس ایپ کے لیے نمبر نوٹ کر لیں: 0316 2339088

میرے دل میں عشق نبی بسا

احمد ظہور جامعہ بیت السلام کراچی

رفعت کا ان کی دل مرے، اندازہ خود لگا
تلووں کو جن کے چوم کے، جبریل جھوم اٹھا

ہے شان و رعب و دبدبہ اک اک کمال
پاتے اشارہ بدر ہے، ٹکڑوں میں جا بٹا

وہ شمس جس کے نور سے روشن ہے کہکشاں
نورِ رخ نبی سے ہے، مغلوب ہوگیا

رستہ چلیں تو ان کو شجر بھی کریں سلام
اور جب رُکیں تو دید کا مشتاق ہو جہاں

تاروں سے سج کے آسماں نازاں تھا بر زمیں
ہوتے ظہورِ آقا سحرِ آسماں جھکا

ٹوٹا غرور جنت، ہوئیں حوریں سرنگوں
دیکھی انہوں نے جیسے تیرے ہنسنے کی ادا

ظلمت تھی، تیرگی تھی، نہ نشان سحر
بعثت سے آقا تیری یہ عالم چمک اٹھا

سدرہ پہ جا کے حضرت جبریل رُک گئے
اس منتہی سے آقا ہے تیری ابتدا

جنت کو تیرے روضے کا کرتے طواف دیکھا
لب پر درود اس کے آنکھوں میں تھی ندا

مولا! مرے لبوں پر جو نعت نبی ہے آج
ایسے ہی میرے دل میں تو عشق نبی بسا

احمد! تُو سرمہ خاکِ مدینہ کو تَو بنا
پھر دیکھ ہوگی کیسے دیدِ نبی عطا

مدحِ رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

محمد نواز طالب علم جامعہ بیت السلام، تلہ گنگ

اس نعت میں تمام حروف غیر منقوط استعمال کیے گئے ہیں

رسول اُمم ہے، امام الوریٰ ہے
مرے ٹوٹے دل کا وہی آسرا ہے

مہک اس کے علم و عمل کی ہے ہر سو
اُسی کے ہی دم سے معطر ہَوا ہے

کروں ہر گھڑی وردِ اسمِ محمد
کہ ہر درد کی، ہر الم کی دوا ہے

ملی ہے دو عالم کی سرداری اُس کو
سو حاکم ہر اک اُس کے در کا گدا ہے

ردائے کرم اُس کی ہر سو کھلی ہے
دلوں کی مراد ہر کوئی لے رہا ہے

کوئی کس طرح واں سے محروم اٹھے
عطا و کرم کا کھُلا سلسلہ ہے

رہا محو اصلاحِ عالم وہ ہر دم
ہر اِک آدمی کا اُسے دُکھ رہا ہے

مٹے سارے عالم سے گمراہی ساری
اسی واسطے درد ہر اِک سہا ہے

ہری ہوگئی ہر لڑی دل کی اُس سے
اور اُس کی ہی آمد سے ہر گل کھلا ہے

وہی سادگی ہو کے سرکارو سلطاں
کہ مٹی کا گھر اس کی آرام گاہ ہے

کمال اس کے معلوم ہوں، کس کو سارے
کہ وہ علم کی حد سے ہی ماورا ہے

گلدستہ

ترتیب و پیش کش محمد اطہر فتح پوری، متعلم جامعہ بیت السلام کراچی

حمدِ ربِ ذوالجلال

اس کی مِدحت کو قلم تحریر کرسکتا نہیں
حرفِ موجِ نور کو زنجیر کرسکتا نہیں
بے غلامیٔ محمدؐ، بے ثنائے کبریا
آدمی قرآن کی تفسیر کرسکتا نہیں
ذہن و دل کا مرکز و محور نہ ہو جب تک وہ ذات
کوئی اپنی ذات کی تعمیر کرسکتا نہیں
عشق نے روشن کیے ہیں آگہی کے جو چراغ
کوئی جھونکا ان کو بے تنویر کرسکتا نہیں
لا ہے الا اللہ تک گر لو نہ دے اس کا جمال
منزلوں کا فیصلہ رہ گیر کرسکتا نہیں
پل میں سو موسم بدل دیتی ہے اُس کی ایک نظر
کب وہ کس کو صاحبِ تقدیر کرسکتا نہیں

شاعر : امید فاضلی انتخاب : محمد اطہر

نعت

مرے رسول کی نسبت تجھے اجالوں سے
میں تیرا ذکر کروں صبح کے حوالوں سے
نہ میری نعت کی محتاج ذات ہے تیری
نہ تیری مدح ہے ممکن، مرے خیالوں سے
تو روشنی کا پیمبر ہے اور مری تاریخ
بھری پڑی ہے شبِ ظلم کی مثالوں سے
ترا پیام محبت تھا اور میرے یہاں
دل و دماغ میں پر نفرتوں کے جالوں سے
یہ افتخار ہے ترا کہ میرے عرش مقام
تو ہم کلام رہا ہے زمین والوں سے
میں بے بساط سا شاعر ہوں پر کرم تیرا
کہ باشرف ہوں قبا و کلاہ والوں سے

شاعر : احمد فراز انتخاب: محمد عزیزالرحمٰن

سیرتِ رسول ہمارے لیے نمونہ ہے

”چور لاٹھی دو جنے، ہم باپ پوت اکیلے“

جب کئی شخص ایک آدمی سے مات کھا جائیں تو یہ کہاوت کہی جاتی ہے۔ جب کوئی شخص اپنی کم زوری چھپانے کے لیے الٹی سیدھی یا بے مطلب باتیں کرتا ہے تو بھی یہ کہاوت کہی جاتی ہے۔ اس کہاوت کا تعلق ایک حکایت سے ہے۔

حکایت: ایک مرتبہ کوئی باپ بیٹے اپنے گاؤں سے کسی دوسرے گاؤں جا رہے تھے۔ جنگل کا راستہ تھا، جب وہ دونوں سنسان راستے سے گزر رہے تھے کہ لاٹھی لیے چور نے ان پر حملہ کیا اور ڈرا دھمکا کر ان کا سارا سامان چھین لیا۔ سامان چھن جانے کے بعد جب دوسرے گاؤں پہنچے اور لوگوں کو اس حادثے کا پتا چلا تو انھوں نے ان سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہوا جب کہ تم دو تھے اور وہ اکیلا؟ انھوں نے جواب دیا۔

”ہم (باپ، بیٹا) اکیلے تھے اور وہ (چور اور لاٹھی) دو تھے۔ لہٰذا ان دو کے مقابلے میں ہم اکیلے کر بھی کیا سکتے تھے؟“

انتخاب: اُمامہ نور (اردو کہاوتیں، ڈاکٹر شریف احمد قریشی)

جنت کا بازار

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جنت میں ایک بازار ہوگا، جس میں کستوری کے ٹیلے ہوں گے، ہر جمعے کو جنتی وہاں جائیں گے اور شمال کی ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور ملبوسات پر پڑے گی تو وہ لوگ حسن و جمال میں بڑھ جائیں گے اور اپنے گھر والوں کی طرف اس حالت میں لوٹیں گے کہ ان کا حسن و جمال بہت بڑھ چکا ہوگا۔ ان کی بیویاں ان سے کہیں گی قسم بخدا! ہمارے بعد آپ حضرات حسن و جمال میں خوب بڑھ گئے ہو تو وہ کہیں گے اور تم بھی تو اللہ کی قسم! ہمارے بعد حسن و جمال میں بڑھ چکی ہو۔ (مسند احمد) انتخاب: رحمت اللہ معاویہ

کامیابی کے تین گُر

حکیم الُامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر آدمی تین باتوں کا اہتمام کرے توان شاء اللہ محروم نہ رہے گا۔

(1) گناہ بالکل چھوڑ دے کیوں کہ ان سے دل میں ظلمت پیدا ہوتی ہے۔۔۔گناہ گار اگر عبادت بھی کرتا ہے تو اس کے نور کی مثال مثلِ نورِ فانوس کے ہوتی ہے کہ اس کا نور مخلوط بالظلمات ہوتا ہے۔

(2) خلقِ خدا پر بد گمان نہ ہوا کرے (یہ بد گمانی کا مرض) کبر سے پیدا ہوتا ہے۔

(3) جب فرصت ہو کچھ (دیر بیٹھ کر) ذکر و شغل جس قدر ممکن ہو کر لیا کرے اور حضراتِ صوفیائے کرام سے ملتا جلتا رہے۔

غسلِ شہادت

1857ء میں شاملی کے جہاد میں حافظ ضامن رحمۃ اللہ بھی شریک تھے۔ حافظ ضامنؒ نے درزی سے ایک جوڑا کپڑوں کا بنوا کر تیار کرکے رکھوایا تھا اور جہاد کی تیاری کر رہے تھے۔ عین جہاد کے وقت غسل کیا اور نئے کپڑے پہنے عمامہ باندھا، آنکھوں میں سرمہ لگایا، جوتا بھی نیا پہنا اور پھر تلوار لے کر میدان میں چلے گئے وہیں شہید ہو گئے۔

(انار کے درخت تلے) انتخاب: نائلہ نور

ضرب الامثال

(1) غرض کا باوَلا اپنی ہی گاوے۔۔۔ غرض مند اپنی ہی دھن میں لگا رہتا ہے۔

(2) کمر میں توشہ راہ کا بھروسا۔۔۔ مال دار کو سفر میں بھی تسلی رہتی ہے۔

(3) فقیر کی صورت سوال ہے۔۔۔ محتاج آدمی کے چہرے پر غربت برستی ہے۔

(4) چونڈا دھوپ میں سفید نہیں کیا۔۔۔ ناتجربہ کار نہیں ہوں۔

انتخاب: محمد اسامہ زنگی

محاورے

(1) عمر کا پیمانہ بھر جانا۔۔۔ زندگی پوری ہو جانا۔

(2) عزت میں بٹا لگنا۔۔۔ بے عزت ہونا۔

(3) کمر ہمت باندھنا۔۔۔ ہمت کرنا۔

(4) گھر گھاٹ معلوم ہونا۔۔۔ سارے بھید جاننا۔

آپ کے اشعار

بھنور آنے کو ہے اے اہلِ کشتی ناخدا چن لیں
چٹانوں سے جو ٹکرائے وہ ساحل آشنا چن لیں

شاعر: ساغر صدیقی — انتخاب: ظفر اللہ

دل بے دار فاروقی، دل بے دار کرّاری
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

شاعر: علّامہ اقبالؒ — انتخاب: سمیع اللہ

تھے کتنے اچھے لوگ کہ جن کو اپنے غم سے فرصت تھی
سب پوچھیں تھے احوال جو کوئی درد کا مارا گزرے تھا

شاعر: فیض احمد فیض — انتخاب: حفیظ اللہ

دنیا کی حقیقت جن پہ کھلی، آنسو ہی رہے ان کی آنکھوں میں
پھولوں کی حیاتِ فانی پر گریاں نہ ہو شبنم! مشکل ہے!

شاعر: محمد زکی کیفی — انتخاب: محمد خالد عبید

تم اہلِ یقین ہو تو قتیل اس کو پکارو
وہ ذات، جو ہے ارض و سماوات کے پیچھے

شاعر: قتیل شفائی — انتخاب: انس یعقوب

شعور آدمیت ناز کر اُس ذاتِ اقدس پر
تری عظمت کا باعث ہے محمدؐ کا بشر ہونا

شاعر: امید فاضلی — انتخاب: عتیق الرحمٰن

گلشن پرست ہوں، مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کیے جارہا ہوں میں

شاعر: جگر مرادآبادی — انتخاب: عبدالصمد

بیت السلام کے زیر اہتمام

نونہالان قوم میں نماز باجماعت کی اہمیت اور شوق پیدا کرنے کی

دوسری چالیس روزہ مہم انجام پائی

میں ایک نمازی ہوں

694 بچوں نے انعام میں امپورٹڈ سائیکل حاصل کی

رپورٹ: خالد معین

بیت السلام کے زیر اہتمام وانتظام بچوں میں نماز کا شوق پیدا کرنے، انہیں مسجد سے وابستہ کرنے کے لیے سال 2019ء میں چالیس روزہ ایک مہم ''میں ایک نمازی ہوں'' انجام دی گئی تھی۔ اس مہم کے تحت مسلسل چالیس روز 10 سے 14 سال تک کے جن بچوں نے فجر کی جماعت کے ساتھ اپنے محلے کی مسجد میں جماعت سے ادا کی، انہیں امپورٹڈ سائیکل انعام میں دی گئی تھی۔

الحمدللہ سال 2020ء میں بھی اس مہم کا اعلان کیا گیا اور یکم مارچ سے یہ مہم شروع کی گئی، 22 مارچ کو عالمی وبا کورونا کی وجہ سے اس مہم میں تعطل آگیا۔ کئی ماہ کے انتظار کے بعد جب حالات بہتر ہوئے تو مہم جہاں چھوڑی گئی تھی 9 ستمبر کو وہیں سے دوبارہ شروع کی گئی اور 26 ستمبر تک جاری رہی۔ کراچی، لاہور، اسلام آباد اور پشاور چار شہروں کی 65 مساجد میں یہ مہم انجام پائی۔ کل 1300 بچوں نے آن لائن رجسٹریشن کے ذریعے اس مہم میں حصہ لیا۔ کراچی کے 582 بچوں نے کسی ناغے کے بغیر یہ مہم انجام دی۔ لاہور کے 43 بچے یہ مہم انجام دے پائے۔ اسلام آباد کے 47 اور پشاور کے 9 بچے۔

ایک سے تین ناغوں کے ساتھ اس مہم کو انجام دینے والے بچوں کے نام قرعہ اندازی میں شامل کیے گئے اور کراچی سے 10، لاہور سے 1 اور اسلام آباد سے 2 بچوں نے قرعہ اندازی کے ذریعے یہ انعام حاصل کیا۔ گویا مجموعی طور پر 694 بچوں نے یہ مہم کامیابی سے انجام دی اور امپورٹڈ سائیکل کا انعام حاصل کیا۔

اس سلسلے میں ان شہروں میں باقاعدہ تقریب منعقد کی گئی۔ جس میں بچوں کے ساتھ، ان کے سرپرست، متعلقہ مسجد کے امام صاحب اور بیت السلام کے علاقائی رضاکاروں کے علاوہ شہر کے دیگر معززین اور بیت السلام کے معاونین بھی شریک ہوئے۔ اس پروگرام کی سب سے اہم اور خاص بات یہ ہے کہ نہ صرف بچوں کی رجسٹریشن کے لیے آن لائن نظام کیا قائم کیا گیا، بلکہ ان کی حاضری کا نظام بھی موبائل ایپلی کیشن کے ذریعے ہوئی۔ ہر مسجد میں دو سے تین رضاکار اس حاضری کے نظام کو باقاعدگی سے ہر روز فجر کی نماز کے بعد اپ ڈیٹ کرتے رہے

شہروں کی تعداد	4
مساجد	65
آن لائن رجسٹریشن سے حصہ لینے والے بچے	1300

کراچی سے انعام حاصل کرنے والے بچے	592
لاہور سے انعام حاصل کرنے والے بچے	44
اسلام آباد سے انعام حاصل کرنے والے بچے	49
پشاور سے انعام حاصل کرنے والے بچے	9

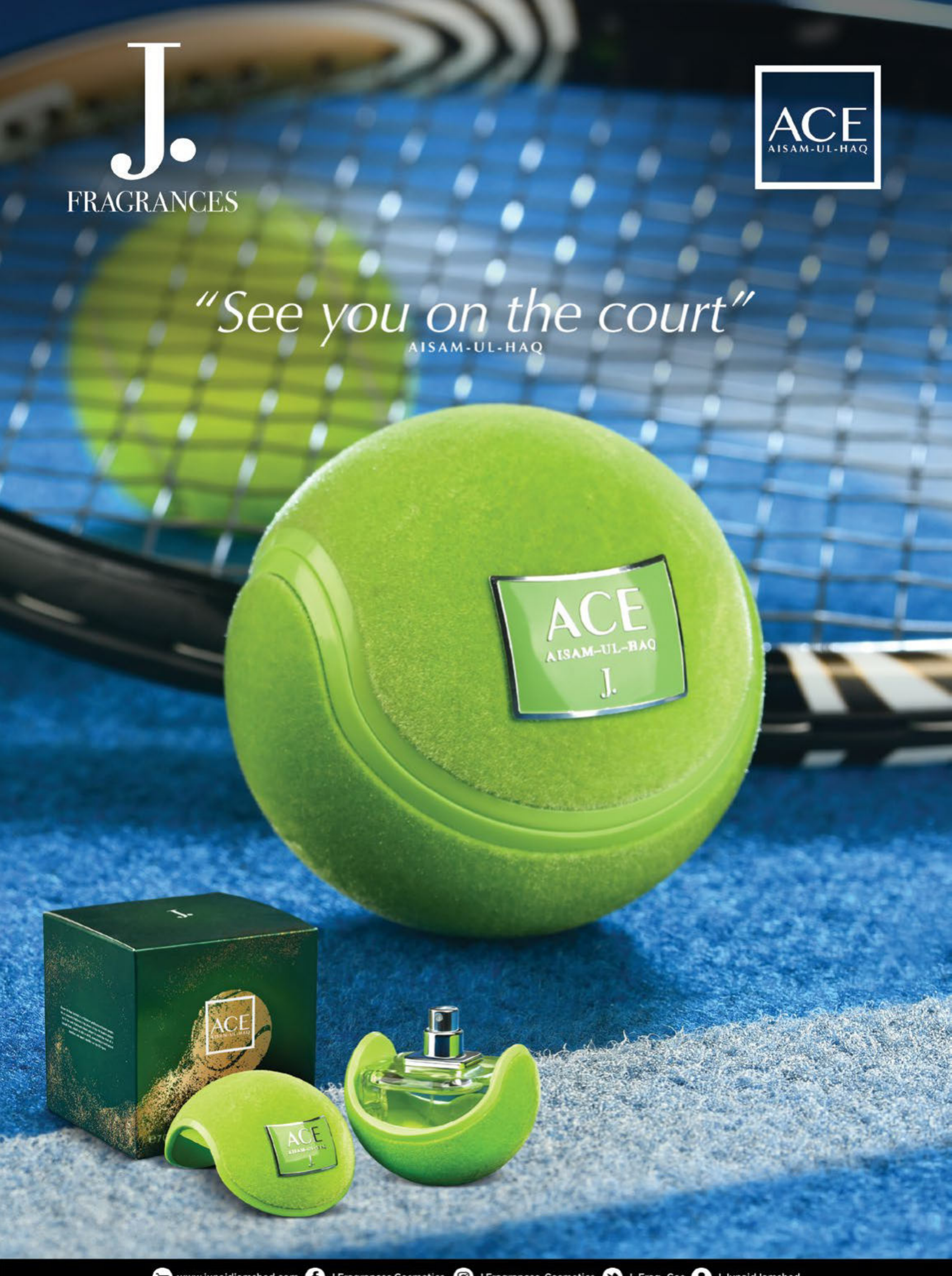

www.junaidjamshed.com J.Fragrances.Cosmetics J.Fragrances.Cosmetics J_Frag_Cos J.JunaidJamshed

DIAMOND
BUILDERS

ALI LAKHANI
BUILDERS

GM
LAKHANI
TOWERS

PRE-BOOKING OPEN

4 BEDROOMS
DRAWING & LOUNGE

3 BEDROOMS
DRAWING & LOUNGE

2 BEDROOMS
DRAWING & LOUNGE

PLOT # A, SECTOR 35A, SCHEME 33, NEAR RIM JHIM TOWERS, KARACHI.
CONTACT : 0301-060-2222 - 0301-050-2222

diamondbuilders.pk